عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۰ | ۲۶؍ذوالحجہ تا ۳؍محرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء | شمارہ: ۴۴

دینی مدارس

انسانیت کی فلاح و بہبود کے سرچشمے

مُرادِ رسول ﷺ امیرُالمُومنین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ثقافتی پروگرام

اسلامی تصوّر کے تناظر میں

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.o
http://www.khatm-e-nubuwwat.c

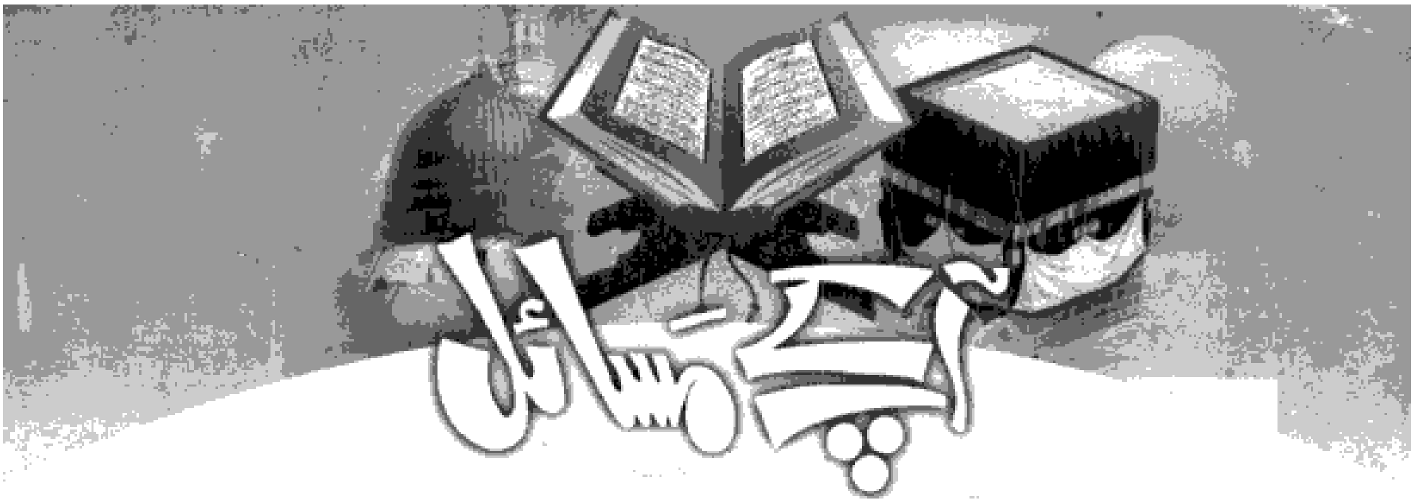

اجتماعی دعا

نصیر احمد، کراچی

س:...... نماز باجماعت، نماز تراویح، ختم قرآن اور نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بالجہر کے بارے میں فقہ حنفیہ میں کیا حکم اور روایت ہے؟

ج:...... نماز باجماعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا امت کا معمول رہا ہے اور ہے، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور دوسرے اکابر نے احادیث سے اس کا ثبوت تحریر فرمایا ہے، کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے، نماز تراویح اور قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اکابر کا معمول نہیں، ہاں دعا خود ایک نیکی ہے، البتہ ختم قرآن کے بعد اجتماعی دعا کا اکابر کا معمول رہا ہے، البتہ جنازہ کے بعد فقہ حنفی میں دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دودھ شریک بھانجی سے نکاح

محمد شوکت علی، اسلام آباد

س:...... میں نے اپنی سگی نانی اماں کا دودھ پیا ہے، چھوٹی خالہ کے ساتھ جس کی عمر اس وقت تقریباً دو سال تھی اور میری ایک سال، میری والدہ کے کہنے کے مطابق میں نے نانی اماں کا دودھ پیا ہے، اب میری عمر ۱۹ سال کے لگ بھگ ہے، اب میں قرآن و سنت کی روشنی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس خالہ کے علاوہ (جس کے ساتھ دودھ پیا ہے) دوسری خالاؤں کے گھر سے میری شادی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟

ج:...... آپ کا نکاح کسی بھی خالہ کی بیٹی سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ نانی کا دودھ پینے سے اپنی تمام خالاؤں کے رضاعی اور دودھ شریک بھائی بن گئے اور ان کی بیٹیاں آپ کی دودھ شریک بھانجیاں بن گئیں اور جس طرح حقیقی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح دودھ شریک بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔

س:...... میری بہنوں کے رشتے اس خالہ کے علاوہ دوسری خالاؤں کے ہاں ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... آپ کے دوسرے تمام بہن بھائیوں کا آپ کی تمام خالاؤں کے بچوں سے نکاح جائز ہے۔

س:...... مولانا صاحب میری بہن کے پندرہ سال سے حالات خراب تھے اب شکر ہے انہوں نے کرائے کا گھر، کرائے کی دکان کی ہے، معلوم یہ کرنا تھا ان کی بچی کی شادی ہے کیا بیٹی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج:...... اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے، تو بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

س:...... قصر نمازوں کی قضا کیسے پڑھی جائے گی، جو ہم نماز پڑھتے ہیں وہ پڑھیں گے؟ یا

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

قصر کی قضا پڑھیں گے؟

ج:...... جو نمازیں سفر میں قضا ہوئی ہیں وہ قصر قضا کی جائیں گی۔

س:...... پچاس ہزار پر کتنی زکوٰۃ دیتے ہیں؟ ایک سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دیتے ہیں یا جمع ہوجانے پر؟

ج:...... پچاس ہزار کی رقم پر جب سال پورا ہوجائے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے، اور پچاس ہزار روپے پر بارہ سو پچاس روپے زکوٰۃ دینا ہوگی۔

س:...... قرض کے طور پر ہم نے ڈیڑھ لاکھ دے رکھا ہے، پانچ سال ہوگئے ہیں، وہ لوگ دیتے نہیں ہیں کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج:...... اس کی زکوٰۃ بھی آپ کو دینا ہوگی، چاہے ابھی ہر سال دیتے رہیں یا ملنے کے بعد گزشتہ تمام سالوں کی ادا کریں۔

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے جسم کو دیکھنا

عبداللہ، لاہور

س:...... کیا میاں بیوی ایک دوسرے کے جسم کو دیکھ سکتے ہیں؟

ج:...... جی ہاں! میاں بیوی ایک دوسرے کے جسم کے پوشیدہ حصے دیکھ سکتے ہیں۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۰ — ۲۶/ذوالحجہ تا ۳/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰/نومبر ۲۰۱۱ء — شمارہ:۴۴

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

ہجری تقویم کے نفاذ کی ضرورت!	۵	اداریہ
امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ	۶	اسحاق چوہدری
دینی مدارس: انسانیت کی فلاح و بہبود.....	۱۰	شمس الحق ندوی
خیانت اور اس کی مروجہ صورتیں	۱۳	مولانا ابوعمران اشرف
اسلام میں محنت کی عظمت	۱۷	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ثقافتی پروگرام.......	۱۹	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی
مرزا قادیانی اور شیطان کا تخت	۲۳	مرسلہ: مولانا قاضی احسان احمد
ختم نبوت کانفرنس اسکمر	۲۳	رپورٹ: عبداللطیف اشرفی

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

بے مقصد باتوں سے پرہیز کی تاکید

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص کی وفات ہوئی تو کسی شخص نے (اسے مخاطب کرکے) کہا: ''تجھے جنت کی خوشخبری ہو!'' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے کیا خبر ہے؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو، یا ایسی چیز کے دینے میں بخل کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۵۵)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ترک کردے جو اس کے (دین یا دُنیا کے) کام کی نہیں۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۵۵)

''حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مفید باتوں کو ترک کردے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۵۵)

جو باتیں یا کام شرعاً ممنوع نہیں، ان کو ''مباح'' کہا جاتا ہے، یعنی ان کا کرنا جائز ہے، پھر مباحات کی دو قسمیں ہیں، بعض تو وہ ہیں جن میں دین کا یا دُنیا کا کوئی فائدہ ہو، اور بعض ایسی بے مقصد اور بے فائدہ ہیں جن میں نہ دُنیا کا نفع ہو، نہ آخرت کا۔ ایسی چیزوں کو ''لایعنی'' کہا جاتا ہے، اور ان ارشاداتِ طیبہ میں ایسی لایعنی اور بے مقصد باتوں کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس لئے کہ آدمی کی زندگی بے مقصد چیز نہیں کہ اسے بے مقصد باتوں میں کھویا جائے، یہ بہت ہی قیمتی چیز ہے اس لئے اس کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانا ہی عقل مندی ہے، اس لئے ایک مسلمان کے اسلام کا حسن اور خوبی اسی میں ہے کہ اپنے اوقاتِ عزیز کو بے مقصد چیزوں اور باتوں میں ضائع ہونے سے بچائے اور اس خداداد نعمت کی صحیح قدر پہچانے۔

جو شخص شغلِ بے کاری میں مشغول ہوکر اپنے اوقات ضائع کرتا ہے، قیامت کے دن اس کو حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا، اور ہوسکتا ہے کہ اس سے اس پر مناقشہ بھی کیا جائے کہ زندگی کے اوقات کو بے کار ضائع کرکے اس نعمت کی ناقدری و ناشکری کیوں کی؟

اسی بنا پر جب ایک صحابیؓ نے فوت ہونے والے کو جنت کی مبارک باد دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ تجھے کیا خبر؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو جس پر اس سے مناقشہ کیا جائے، یا اس نے کسی ایسی چیز کے دینے میں بخل سے کام لیا ہو جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، مثلاً: علم کی بات بتانا، یا ضرورت مند کو آگ دے دینا۔

اس حدیثِ پاک سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ بے مقصد باتیں کرنا اور ایسی چیزوں میں بخل کرنا بُری بات ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مرنے والے کی تعریف میں مبالغہ نہ کیا جائے، اور نہ اس کے جنتی ہونے کا قطعی حکم لگایا جائے، ہاں! ایک مسلمان کے بارے میں نیک گمان رکھنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے اس کی بخشش فرمادی ہوگی۔

دُنیا مؤمن کیلئے قیدخانہ اور کافر کیلئے جنت ہے

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا مؤمن کے لئے قیدخانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں جو دُنیا مؤمن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا، علمائے اُمت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں، مثلاً: ایک یہ کہ اس حدیث میں مؤمن کی دُنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دُنیا کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔ گویا ارشادِ نبوی کا مدعا یہ ہے کہ مؤمن، دُنیا میں خواہ کتنی ہی راحت و آرام میں ہو، لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی دُنیوی راحت و آرام کی وہی حیثیت ہے جو گھر کے مقابلے میں جیل کی ''اے'' کلاس کی ہوا کرتی ہے، اس کے برعکس کافر دُنیا میں خواہ کیسا ہی بدحال اور کشتۂ آلام ہو، مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلے میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

اول:... یہ کہ دُنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مؤمن کو آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: سب سے زیادہ آزمائشیں کن لوگوں پر آتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ''

(ترمذی ج:۲ ص:۶۴)

دوم:... یعنی دُنیا میں آفات و مصائب سب سے زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام کو پیش آتے ہیں، پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقشِ قدم پر ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے، اس لئے وہ لذات و شہوات میں غرق رہتا ہے۔ اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ دُنیا مؤمن کے لئے قیدخانہ ہے، جب وہ اس دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قیدخانے سے رہائی مل جاتی ہے، جبکہ کافر کے لئے یہ دُنیا خواہشات و لذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے، اور جب وہ یہاں سے رُخصت ہوتا ہے تو اس کی راحت و آرام کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

سوم:... قیدخانے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہوجاتی ہے، وہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں پابندِ حکم ہوتا ہے، اپنی خواہش سے نہ کھاسکے، نہ اُٹھ بیٹھ سکے، نہ کسی سے ملاقات کرسکے۔ اس کی دُوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت و آرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کردیا جائے مگر وہاں اس کا دل نہیں لگتا، بلکہ اپنے گھربار اور اہل و عیال میں جانے کے لئے اس کی رُوح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے۔ ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دُنیا کے قیدخانے میں ہونی چاہئے کہ وہ یہاں آزاد زندگی نہ گزارے بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کا پابند ہو، اور پھر اسے یہاں دل بستگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اپنے وطنِ اصلی کی طرف واپسی کے لئے ہمہ وقت بے چین رہے، یہاں شترِ بے مہار کی سی زندگی گزارنا اور یہاں کی زندگی سے دل لگاکر بیٹھ جانا کسی مؤمن کے شایانِ شان نہیں۔ یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا، اور جو اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے:

''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست''

کے نظریے پر ایمان رکھتا ہے، دُنیا کی فانی لذات پر ریجھتا ہے، اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز کئے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے سودا میں مبتلا ہوجانا ایک ایسی حماقت ہے جو کسی مؤمن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے، گویا اس حدیثِ پاک میں اہلِ ایمان کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ دُنیا کو قیدخانہ سمجھیں، یہاں دل نہ لگائیں، بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطنِ اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔ ☆☆

اداریہ

ہجری تقویم کے نفاذ کی ضرورت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

یکم محرم الحرام سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے۔ ہر قوم اور ملک کی کچھ روایات اور علامات ہوتی ہیں' اگر وہ قوم ان روایات اور علامات کو محفوظ رکھتی ہے' تو وہ قوم خود باقی رہتی ہے ورنہ اپنے شعار کو چھوڑنے کے بعد لامحالہ وہ کسی دوسری قوم کے شعار استعمال کرتی ہے' اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس قوم کا نام ونشان مٹ جاتا ہے' کیونکہ جب وہ اپنی علامات ہی ترک کردے گی تو آخر کس بنیاد پر اس کی شناخت ہوسکے گی؟ ان شعائر میں لباس' زبان' تہذیب' تمدن' تہوار اور تاریخ شامل ہوتے ہیں اور پاکستانی قوم بدقسمتی سے ان اقوام میں شامل ہے جس نے اپنی تمام روایات اور علامات کو ترک کررکھا ہے' سوائے چند مذہبی تہواروں کے (اگرچہ ان کے منانے کا بھی انداز غیر اسلامی ہے) اسی میں اس قوم کی تاریخ ہے اور اس کے اندر انتہا تو یہ ہے کہ یہ قوم اپنا یوم آزادی تک منانے میں اپنی روایتی اور مذہبی تاریخ کو نہیں اپناتی اور اس کے لئے بھی جو دن مقرر کیا گیا ہے وہ ۲۷/رمضان المبارک کے بجائے ۱۴/اگست ہے اور اس ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم بحیثیت پاکستانی قوم اپنا کوئی مقام نہیں بناسکے' بلکہ ہماری شکل وصورت' تہذیب وتمدن دیکھ کر کوئی قوم یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم اس وقت تک وقار اور اپنا مقام بحال نہ کرسکیں گے جب تک اپنے شعائر کی حفاظت نہ کرسکیں اور ان کی حفاظت کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان شعائر کو اپنے ملک اور عوام کے لئے لازمی قرار دے دیں اور ہمارا ہر فرد ان کی نہ صرف پابندی کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی پابندی پر مجبور کرے اور جن شعائر کا تعلق حکومت سے ہے' حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ اس کے تحفظ کے لئے فوراً احکامات نافذ کرے اور اس سلسلے میں سب سے اہم قدم اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے کہ قومی تقریبات کو اسلامی تاریخوں سے منسلک کردیا جائے اور یہ کام ملک میں اس اسلامی سال کی ابتداء سے شروع کردیا جائے اور آئندہ ملک کا تمام نظام اسلامی کیلنڈر کے مطابق چلے' کیونکہ یہ بھی اسلامی شعائر میں داخل ہے' اگر حکومت نے اس سال محرم سے اسلامی تاریخ کی حفاظت کے لئے یہ اہم قدم اٹھالیا تو اس کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کی بھی ایک عظیم خدمت متصور ہوگی' اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے فیصلوں کی توفیق بخشے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

مرادِ رسولؐ امیر المومنین

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

فضائل و مناقب

انتخاب: اسحاق چوہدری

امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ پینسٹھ سال زندہ رہے۔ آپؓ کی زندگی کا نصف حصہ گمنامی میں گزرا۔ آدھی زندگی عظمت کی روشنی میں گزری جبکہ وہ ایک بزرگ ترین ہستی اور نادر روزگار شخصیت تھے۔ نقطہ انقلاب وہ لمحہ تھا جب انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ درحقیقت عمرؓ اسی گھڑی پیدا ہوئے اور یہیں سے ان کی تاریخی زندگی کا آغاز ہوا۔

قبول اسلام سے قبل آپؓ نے تیس سال گزارے، اس زمانے میں ہم ان کے بارے میں صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ عمرؓ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ خاندان بنوعدی سے ہیں اور بنوعدی قریش کی دس شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، وہ قریش کے سفیر تھے، جب کبھی کسی کے ساتھ قریشیوں کی جنگ ہو جاتی، تو وہ انہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے اور اگر ان کے مقابلے پر کوئی فخر کرنے کے لئے آتا تو وہ انہیں ہی مقابلے کے لئے منتخب کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تھا، لہٰذا ان کی زندگی میں ایک ایسی مبارک گھڑی رکھ دی، جو انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتی ہے اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچا دیتی ہے، جیسے کوئی شمال کی جانب جاتے جاتے ذرا پھر جائے اور رخ بدل کر قبلہ رو چلنے لگے۔ یہ تو ایک خدائی بخشش ہوتی ہے کہ انسان دوزخ کی طرف جاتے جاتے جنت کی طرف چلنے لگتا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ بڑی عمدہ فنی آواز سے سورۂ طٰہٰ سنتے ہیں، مگر غفلت قلبی کے باعث ہم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے صرف ایک مرتبہ اس کی چند آیات سنیں اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔

وہ عام لوگوں کی طرح کے ایک انسان تھے، جو کھاتے پیتے ہیں اور مر جاتے ہیں، نہ ان کی زندگی کا کسی کو احساس ہوتا ہے اور نہ موت کا کچھ غم، مگر عمرؓ بن الخطاب ایک ایسے نادر روزگار شخصیت تھے جن کے مناقب وفضائل نے مورخین کو تھکا دیا ہے۔

دور جاہلیت میں حضرت عمرؓ اہل قریش میں، مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ سخت تھے۔ ایسا اس لئے تھا کہ حضرت عمرؓ ہر معاملے میں انتہا پسند تھے۔ جب کبھی وہ کسی گروہ یا کسی خیال کی تائید کرتے تو اپنی پوری طاقت صرف کر دیتے۔ مخلص لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آئی ہے۔

سب سے پہلے نور ایمان کی شعاع ان پر اس وقت پڑی جب انہوں نے دیکھا کہ قریش کی عورتیں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر دور دراز کے سفر پر جا رہی ہیں، کیونکہ وہ ان سے اور ان جیسے لوگوں کے مظالم سے تنگ آ گئی تھیں، یہ دیکھ کر ان کا دل پسیج گیا اور ان کے ضمیر نے انہیں ملامت کی، انہیں رحم آ گیا اور ایک ایسا جملہ کہا جس کی حضرت عمرؓ جیسے انسان سے توقع نہ تھی۔

ام عبداللہ بنت حنتمہؓ کا بیان ہے کہ جب ہم حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں کر رہے تھے تو حضرت عمرؓ آئے اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے، ان سے ہمیں سخت تکلیفیں پہنچتی رہتی تھیں، کہنے لگے:

ام عبداللہؓ کہاں جا رہی ہو؟

میں نے کہا: ہاں! قسم بخدا ہم کہیں اور چلے جائیں گے، خدا کی زمین بڑی وسیع ہے، تم نے تو ہمیں تنگ کر مارا، اللہ ہمیں کشائش عطا فرمائے گا۔

حضرت عمرؓ بولے: خدا تمہارا ساتھ دے، میں نے انہیں اس قدر رقیق القلب کبھی نہ دیکھا تھا، جب عامر بن ربیعہؓ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے، تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا، وہ بولے: کیا یہ توقع ہے کہ عمرؓ اسلام لے آئے گا؟

کوئی بھی اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ عمرؓ جیسا انسان بھی داخل اسلام ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن لی، آپﷺ نے التجا کی تھی:

"اے اللہ! اسلام کو ابوجہل یا عمرؓ بن الخطاب کے ذریعے تقویت بخش، ان دونوں میں سے تجھے جو بھی محبوب ہو، اسے مشرف بہ اسلام فرما۔"

حضرت عمرؓ کے لئے یہ امر باعث فخر و فضیلت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں:

"میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار رہتا تھا، ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپﷺ مجھ سے پہلے خانہ کعبہ میں پہنچ گئے ہیں، تو میں آپﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپﷺ نے سورۃ الحاقہ شروع کی، میں سن رہا تھا اور قرآن کے اسلوب بیان پر تعجب کر رہا تھا۔

میں نے اپنے دل میں کہا: بخدا! یہ تو شاعری ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں' حتیٰ کہ آپ' اس آیت پر پہنچے: ''یہ پاک فرشتے کے ذریعے اترا ہوا (اللہ کا) کلام ہے۔ کسی شاعر کا نہیں' مگر تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔''

میں نے اپنے دل میں کہا: یہ تو کاہن ہے۔ پھر آپ' نے اس کے آگے یہ آیات پڑھیں: ''نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے' مگر تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو' یہ تو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے' اگر وہ ہم پر کوئی (جھوٹی) بات لگاتا' تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ دل کاٹ ڈالتے' پھر تم میں سے کوئی بھی اسے ہم سے نہ بچا سکتا۔''

یہ آیات سن کر ایمان میرے دل میں گھر کر گیا۔

قریش نے جمع ہو کر آپ' کے بارے میں مشورہ کیا' تو کہنے لگے: ہے کوئی جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردے؟ عمرؓ بن الخطاب بولے: ہاں! میں ذمہ لیتا ہوں۔ وہ سب ایک زبان ہو کر کہنے لگے: اے عمر! بے شک یہ کام تم ہی انجام دے سکتے ہو۔

آپ سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تلوار حمائل کیے رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کی تلاش میں نکل پڑے' ابوبکرؓ علیؓ اور حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں مقیم تھے' یہ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی ساتھ نہ گئے تھے۔ عمرؓ کو لوگوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے ہمراہ صفا پہاڑ کے دامن میں ارقمؓ کے گھر مقیم ہیں۔

راہ میں نعیم بن عبداللہ النحامؓ ملے' تو دریافت کرنے لگے: عمرؓ! کدھر؟

آپؓ نے فرمایا: ''اس بے دین کی طرف جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے' انہیں بے وقوف بناتا ہے' ان کے دین کی مذمت کرتا ہے اور ان کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے' میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

نعیمؓ نے کہا: عمرؓ! تم ٹھیک راہ نہیں چلے' تمہیں دھوکا ہوا ہے' یہ بہت زیادتی ہے' کیا بنو عدی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو' تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تم نے محمد کو قتل کردیا تو بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے؟

باتیں کرتے کرتے دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں' تو حضرت عمرؓ بولے: میں سمجھتا ہوں کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے' اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو تجھ ہی سے ابتدا کرتا۔

نعیمؓ نے یہ دیکھا کہ آپؓ باز آنے والے نہیں' تو کہا: ''سنو! تمہارے گھر والے اور تمہارے بہنوئی کے گھر والے مسلمان ہو چکے ہیں' تمہارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور تمہاری گمراہی کو ٹھکرا چکے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو دریافت کیا: وہ کون ہیں؟ مجھے ان کے نام بتاؤ؟

نعیمؓ نے کہا: تمہارا بہنوئی' چچا زاد بھائی اور تمہاری بہن۔

ایک روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ انہیں راہ میں ملے تھے اور انہوں نے دریافت کیا تھا: عمرؓ! کہاں کا قصد ہے؟

حضرت عمرؓ: محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔

حضرت سعدؓ: اتنا بڑا کام تو کیسے کر سکتا ہے؟ اگر تو نے محمد کو قتل کر دیا' تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بے خوف اور محفوظ رہ سکے گا؟

حضرت عمرؓ: میرے خیال میں تو بھی بے دین ہو گیا ہے اور اپنے آبائی مذہب سے پھر گیا ہے۔

حضرت سعدؓ: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے تلوار سونت لی اور حضرت سعدؓ بھی آمادۂ پیکار ہو گئے' ہر ایک نے دوسرے پر وار کیے' قریب تھا کہ وہ دونوں گتھم گتھا ہو جاتے کہ حضرت سعدؓ بولے: اے عمرؓ! تجھے اس سے بھی زیادہ عجیب خبر کیوں نہ سنا دوں؟ تیری بہن اور بہنوئی بھی تیرے آبائی دین کو چھوڑ چکے ہیں۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی کہ ان کی بہن اور بہنوئی مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں' تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور فوراً ان کے گھر کی طرف چل دیے۔ دروازہ کھٹکھٹایا' تو انہوں نے دریافت کیا: کون؟ حضرت عمرؓ بولے: ابن الخطاب۔

وہ دونوں ہاتھ میں ورق لئے کچھ پڑھ رہے تھے' انہوں نے عمرؓ کی آواز سنی تو جلدی سے دوڑے' لیکن گھبراہٹ میں اوراق کو وہیں بھول آئے۔

حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو بہن سب کچھ سمجھ گئیں اور ان اوراق کو اپنے پہلو کے پیچھے چھپا کر بیٹھ گئیں۔ حضرت عمرؓ بولے: یہ گنگنانے کی کیسی آواز تھی؟ وہ دونوں سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے' بولے: کچھ نہیں ہم دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

حضرت عمرؓ: معلوم ہوتا ہے' تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔

بہنوئی: عمرؓ! اور اگر حق تیرے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب میں ہو تو؟

یہ سنتے ہی عمرؓ نے سعیدؓ پر حملہ کر دیا اور ان کی داڑھی پکڑ لی' دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے' چونکہ عمرؓ بہت قوی تھے' لہٰذا انہوں نے سعیدؓ کو زمین پر

دے مارا اور انہیں رگید ڈالا' پھر ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے' بہن آگے بڑھیں اور انہوں نے مدافعت کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہوگیا' وہ غصے سے بولیں: اے دشمن خدا! کیا تو مجھے اس لئے مارتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ایک کہتی ہوں؟

حضرت عمرؓ: ہاں!

بہن: تو جو چاہے کر' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ ہم مسلمان ہوچکے ہیں خواہ تجھے ناگوار گزرے۔

حضرت عمرؓ نے جو یہ بات سنی تو سخت شرمندہ ہوئے اور بہنوئی کے سینے سے اٹھ کر بیٹھ گئے' بولے: مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جسے تم پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ پڑھنا چاہتے تھے۔

بہن: ہرگز نہیں۔

حضرت عمرؓ: اری! تیری بات میرے دل پر اثر کرگئی' مجھے دے تاکہ میں بھی پڑھوں' میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے ضائع نہیں کروں گا' بلکہ تجھے واپس دے دوں گا۔

بہن: مگر تم ناپاک ہو اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں' اٹھو غسل یا وضو کرکے آؤ۔

حضرت عمرؓ غسل کے ارادے سے کھڑے ہوگئے' حضرت خبابؓ آئے تو انہوں نے کہا: کیا تم کتاب الٰہی کو عمرؓ کے ہاتھ میں دینا چاہتی ہو' حالانکہ وہ کافر ہیں؟

حضرت فاطمہؓ: ہاں! کیونکہ مجھے توقع ہے کہ اللہ میرے بھائی کو ہدایت عطا کرے گا۔

حضرت خبابؓ کوٹھڑی میں چھپ گئے' عمرؓ آگئے تو بہن نے صحیفہ ان کی طرف بڑھادیا' اس میں سورۂ طٰہٰ اور دوسری سورتوں کی آیات لکھی تھیں۔

حضرت خبابؓ نے جو یہ بات سنی تو کوٹھڑی سے برآمد ہوئے اور کہا: عمرؓ! مبارک ہو' میں خیال کرتا ہوں کہ پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی وہ آپ کے حق میں قبول ہوئی کہ: "اے اللہ! اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ عزت بخش' ان میں سے جو تجھے محبوب ہو' اسے داخل اسلام فرما۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ کا پتا بتاؤ۔

اُن لوگوں نے دیکھا کہ آپؓ سچے دل سے دریافت کررہے ہیں تو کہہ دیا کہ آپؐ صفا پہاڑ کے دامن میں قیام پذیر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تلوار حمائل کی اور رسولؐ و اصحاب رسول کی طرف چل دیے۔ دروازہ کھٹکھٹایا' لوگوں نے ان کی آواز سنی تو ڈر گئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت طلحہؓ دروازے پر پہرہ دے رہے تھے اور سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف فرما تھے' وحی کا نزول ہورہا تھا۔

کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ دروازہ کھولے' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت زیادہ سخت ہیں' حضرت حمزہؓ نے جو لوگوں کو سہما ہوا پایا تو کہنے لگے: کیا ہوا؟

لوگوں نے کہا: عمر بن الخطاب۔

حضرت حمزہؓ: عمر بن الخطاب؟ دروازہ کھول دو' اگر اللہ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو داخل اسلام ہوجائے گا اور اگر ایسا نہیں تو ہم اسے بآسانی قتل کرسکتے ہیں۔

لوگوں نے دروازہ کھول دیا' حضرت حمزہؓ اور ایک دوسرے شخص نے انہیں بازوؤں سے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' آپؐ نے فرمایا: چھوڑ دو' یہ کہہ کر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر زور سے کھینچا' عمرؓ بے بس ہوکر گھٹنوں کے بل گر پڑے' آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے کانپ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرؓ! باز نہیں آؤ گے' جب تک کہ اللہ تعالیٰ ولید بن مغیرہ جیسی مصیبت تم پر نازل نہ کردے گا' پھر فرمایا: ابن الخطاب! اسلام لے آ' اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت فرما۔

حضرت عمرؓ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر مسلمانوں نے بیک زبان اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکے کی گلیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمرؓ اسلام لائے تو پورے خلوص کے ساتھ' وہ جس طرح اسلام کے خلاف برہنہ تلوار تھے' اسلام کی تائید میں بھی شمشیر برہنہ ثابت ہوئے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ خواہ زندہ رہیں یا مرجائیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' تم لوگ بلاشبہ حق پر ہو' خواہ زندہ رہو یا مرجاؤ۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی: تو پھر چھپنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے کہ آپ کو نکلنا پڑے گا۔

جیسا کہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھانپ گئے تھے کہ اب اسلام کی علانیہ تبلیغ کا وقت آن پہنچا ہے اور وہ دعوت اسلام جو کہ کمزور نومولود بچے کی طرح تھی اب قوی ہوگئی ہے' چلنے پھرنے کے قابل بن گئی ہے اور اپنی مدافعت کرسکتی ہے۔ لہٰذا آپؐ نے علانیہ تبلیغ کا ارادہ فرمالیا اور دو قطاریں بنا کر باہر نکل کھڑے ہوئے' ایک صف میں عمرؓ تھے اور دوسری میں حمزہؓ' ان لوگوں کے قدموں سے غبار بلند ہورہا تھا' حتیٰ کہ یہ لوگ خانۂ کعبہ میں داخل ہوگئے۔

قریشیوں نے جو حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو سخت غمگین ہوئے' اتنا افسوس انہیں کبھی نہ ہوا تھا' اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ''فاروق'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ کو لوگ خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے تھے جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو لوگ انہیں خلیفۂ خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے۔ بعض لوگوں نے کہا: کیا جو کوئی ان کے بعد خلیفہ بنے گا' اسے خلیفہ خلیفۂ رسول کہا کروگے؟ اس طرح تو بہت لمبا چوڑا لقب ہوجائے گا' بھائیو! کوئی ایسا لقب سوچو جو ان کے اور بعد میں آنے والے خلفاً کے لئے موزوں ہو۔

گورنر عراق نے آپؓ کی خدمت میں لبید بن ربیعہ عامریؓ اور عدی بن حاتم طائیؓ کو بھیجا' جب وہ دونوں آئے تو انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو مسجد کے سامنے بٹھایا اور مسجد میں داخل ہوگئے' دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن العاصؓ سے ہوئی تو وہ کہنے لگے: امیر المومنینؓ کو اطلاع کردیجئے' عمرو بن العاصؓ بولے: واہ تم دونوں نے کیا اچھا لقب چنا ہے۔ ہم مومن اور وہ ہمارے امیر۔

عمرو بن العاصؓ فوراً حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: السلام علیکم یا امیر المومنین۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: یہ لقب تمہیں کیسے سوجھا؟

وہ بولے: لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتمؓ آئے اور انہوں نے مسجد کے باہر اونٹنیاں بٹھائیں پھر مجھ سے کہنے لگے: امیر المومنین کو اطلاع کردو' واللہ ان لوگوں نے کتنا اچھا لقب انتخاب کیا ہے: آپؓ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔

یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری بروز اتوار مسلمانوں کو اچانک آپؓ کی شہادت کا صدمہ پہنچا۔ آپؓ کے تمام قویٰ بالکل ٹھیک تھے اور آپؓ ایک پاکیزہ مامون و محفوظ مقام میں تھے یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے کہ ابولولو فارسی غلام نے آپؓ پر خنجر سے حملہ کردیا۔ اس نے آپؓ کو قتل کی دھمکی بھی دی تھی' مگر آپؓ نے کچھ پرواہ نہ کی۔

عمرو بن میمونؒ نے ذکر کیا ہے: جس صبح آپؓ پر وار کیا گیا' میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان ابن عباسؓ کھڑے تھے' آپؓ کی عادت تھی کہ جب آپؓ صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے: برابر برابر کھڑے ہوجاؤ۔

جب دیکھتے کہ سب ٹھیک ٹھاک کھڑے ہوگئے ہیں تو آگے بڑھ کر تکبیر کہتے' پہلی رکعت میں اکثر سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھا کرتے تھے تاکہ سب لوگ شامل جماعت ہوسکیں۔ اس صبح جب آپؓ نے تکبیر کہی تو اس کے بعد میں نے آپؓ کو یہ کہتے سنا: ''مجھے کتے نے قتل کردیا۔''

زخم آپؓ کے مونڈھے اور کوکھ میں لگا' بعض روایات میں ہے کہ اس نے چھ وار کئے' اس کے بعد وہ دائیں بائیں خنجر گھماتا ہوا نکل گیا' جب ایک مرد مومن نے یہ حال دیکھا (یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے) تو اس پر اپنا جبہ پھینک کر مارا تاکہ اسے گرفتار کرلیں' حملہ آور کو یقین ہوگیا کہ وہ گرفتار کرلیا جائے گا لہٰذا اس نے خودکشی کرلی۔

حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں امام بنادیا' جو لوگ آپؓ کے پاس کھڑے تھے انہوں نے بھی یہی کچھ دیکھا' لیکن مسجد کے اطراف والوں کو پتا نہ لگا کہ کیا ہوا' جب انہیں آپؓ کی آواز نہ آئی تو وہ سبحان اللہ' سبحان اللہ کہنے لگے' پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جلدی جلدی نماز پڑھادی۔

روایت ہے کہ جب آپؓ پر وار کیا گیا تو آپؓ اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے' لوگ جوق در جوق آنے لگے حتیٰ کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ پکارے: اے لوگو! نماز' نماز! اس کے بعد آپؓ نے قرآن کی دو بہت مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھادی۔ ☆☆☆

ختم نبوت کانفرنس' ژوب

ژوب... (مولانا محمد یونس) ۲۳/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ژوب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی' جس میں مہمان خصوصی مولانا قاضی احسان احمد (مبلغ کراچی) اور مولانا مفتی محمد راشد مدنی (مبلغ رحیم یار خان) تھے۔ کانفرنس عصر نماز سے قبل شروع ہوکر عشاء تک جاری رہی۔ کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا اللہ داد کاکڑ (خطیب مرکزی جامع مسجد ژوب) نے کی۔ مولانا قاضی احسان احمد نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر مفصل روشنی ڈالی اور کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ مضبوط عمل تھوڑا تو آخرت میں نجات یقینی ہے۔ اگر عقیدہ مضبوط نہیں' اعمال بے حساب ہیں تو آخرت میں رسوائی یقینی ہے۔ مولانا مفتی راشد مدنی نے کہا کہ قادیانیوں سے جہاں ہمارے بہت سے اختلاف ہیں' وہاں حیات مسیح علیہ السلام پر بھی اختلاف ہے' مرزا ملعون نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عقیدۂ حیات مسیح علیہ السلام پر گزارا' بعد میں اعلان کرکے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا۔ سامعین نے نہایت توجہ اور انہماک سے بیانات سنے' راقم الحروف نے اپنے بیان میں اہل شہر سے کہا کہ ژوب والو! تمہیں مبارک ہو کہ اس وقت قادیانی' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ کی طرح ژوب میں قانونی طور پر بھی داخل نہیں ہوسکتے' یہ آپ کی اور حضرت مولانا سید شمس الدین شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے امیر ختم نبوت ژوب حاجی شیخ غلام حیدر' حاجی محمد اکبر' مفتی عبدالودود' حافظ شمس العارفین اور ان کے رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ آخر میں امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان مولانا عبدالواحد کا پشتو زبان میں بیان ہوا اور حضرت امیر کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

دینی مدارس

انسانیت کی فلاح و بہبود کے سرچشمے

شمس الحق ندوی

ہماری آج کی دنیا جن طوفانی حوادث اور انسانی برادری کی تباہ کاریوں کے دور سے گزر رہی ہے' عقل وفہم اور علم وفراست رکھنے والوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے صرف ایک دن کی اخباری خبریں کافی ہیں' لیکن ان حوادث وتباہ کن حالات پر غور کرنے' ان کے حقیقی اسباب ومحرکات کو معلوم کرنے اور اس کا اعتراف کرنے اور پھر ان کے ازالہ و مداوا کرنے کے سلسلہ میں سوچنے اور فکر کرنے والے لوگ دور دور تک نظر نہیں آتے' بلکہ اگر اس کی کچھ لوگ فکر کرتے ہیں تو الٹے انہیں کو مجرم ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کوشش ہی نہیں بلکہ ان سے ایسا ڈرایا جاتا ہے' جیسے پھاڑ کھانے والے درندوں' زہریلے سانپوں اور بچھوؤں سے ڈرایا جاتا ہے' جو لوگ انسانوں میں انسانیت کی جوت جگانے' ایک دوسرے سے پیار ومحبت کرنے' ایک دوسرے کے رنج وغم میں شریک ہونے کی تعلیم دیتے ہیں' اچھے اخلاق سکھانے اور اچھا سماج بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کام کے لئے جگہ جگہ مدرسے قائم کر رکھے ہیں' انہیں کے کام کو تخریب کاری اور فساد پھیلانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان دینی مدارس کا پہلا کام انسانی آبادی کے لئے ایسے انسان تیار کرنا ہوتا ہے جن کو انسانوں سے محبت ہو' وہ انسانوں کی بھلائی اور سکون واطمینان پیدا کرنے والی باتوں کو رواج دیں' ان کے اخلاق اچھے ہوں' وہ سچے ہوں اور سچائی کا سبق سکھاتے ہوں' ان کے اندر کمزوروں کی مدد کرنے کا شوق اور جذبہ ہو' وہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں' ان کے ذہنوں میں خدا کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تازہ ہو:

"رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت بھیجتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" (ترمذی/ابوداؤد)

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ نے ہر جاندار اور مخلوق کے ساتھ رحم ومحبت کا حکم دیا' آپ ﷺ نے فرمایا:

"مخلوق اللہ کی عیال (کنبہ) ہے تو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ مخلوق ہے جو اس کے عیال (کنبہ) کے ساتھ حسن سلوک کرے۔" (بیہقی فی شعب الایمان)

اہل اقتدار کی حامل اسی طرح کی بہت سی چیزیں مدارس میں بتائی اور سکھائی جاتی ہیں' مدرسہ کی تعلیم ظلم وزیادتی سے روکتی اور اس کے خطرناک نتائج سے ڈراتی ہے' جو انسانوں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں' دوست تو دوست دشمنوں تک کے ساتھ انصاف کرنے کا مدرسہ سبق پڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو' تم ہر حال میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو تقویٰ کی شان کے یہی زیادہ مناسب ہے۔" (المائدہ)

یہ ہے بہت مختصر بلکہ خلاصۃ الخلاصہ مدرسہ کے اس کام کا' جس میں پوری انسانیت بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کی راحت کا سامان ہے اور آج اسی کے نہ ہونے سے پوری دنیا میں قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے اور انسانی جانوں کی قیمت کیڑے مکوڑوں کے برابر بھی نہیں رہ گئی ہے' فحش کاری اور بے حیائی نے جانوروں کو بھی مات کر دیا ہے' مگر یہ کتنی حیرت ناک بات ہے کہ انسانیت کا سبق پڑھانے والے انہیں مدارس کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں' حد یہ ہے کہ اخلاقی انارکی اور وحشت وبربریت سے روکنے کے جتن کرنے والے انہیں مدارس کو دہشت گردی کی تربیت گاہ بتایا جارہا ہے:

"خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے"

کیا برسہابرس تک سری لنکا میں جو کچھ ہوا' یہ کرنے والے لوگ مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے' برما میں ظلم وجور کے جو پہاڑ مسلمانوں پر توڑے گئے' کیا یہ ظلم کرنے والے لوگ مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے؟ امریکا وافریقہ میں سیاہ فاموں کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا ہے کیا یہ لوگ مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے اور ہیں؟ فلسطینیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ برسہابرس سے توڑے جارہے ہیں کیا یہ ظلم کرنے والے لوگ کسی مدرسہ کے تربیت یافتہ ہیں؟ روسی مسلمانوں کے ساتھ ستر سال تک جو سلوک کیا گیا

کیا یہ سب لوگ مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے؟ اور جو دو عظیم جنگیں ہوئی ہیں' جن میں بے شمار جانیں گئی ہیں کیا یہ جنگ کرنے والے لوگ کسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے؟ ہیروشیما اور اس سے قبل جلیان والا باغ میں جو کچھ ہوا ہے کیا یہ سب مدارس کے فارغ لوگ تھے؟ اور ہمارے ملک میں جو رہ رہ کر ایک طوفان سا اٹھتا رہتا ہے' عزتیں لٹتی ہیں' بچے یتیم ہوتے ہیں' املاک و جائیدادیں جلا کر خاک کر دی جاتی ہیں اور حد یہ ہے کہ بسا اوقات خود وہ لوگ اس میں پورے دھیان اور توجہ کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں جو حفاظت کے لئے متعین ہوتے ہیں' بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا یہ خون بہانے والے مدرسہ کے پڑھے ہوئے لوگ تھے؟ آنکھ میں دھول جھونکنے کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے!!!

جس جگہ اگر سانپ نکل آئے تو مارنے کے لئے ڈنڈا بھی نہ ملے اور جس جگہ پولیس وانتظامیہ کے لوگ آ کر یہ کہیں کہ یہاں آ کر روح کو بڑا سکون ملتا ہے' اس کو تو دہشت گردی کی تربیت گاہ کہا جائے اور جہاں قتل کے واقعات ہوں' ناجائز اسلحے برآمد ہوں' بم پھٹتے ہوں' ہر وقت پولیس کو چوکس رہنا پڑتا ہو' گرفتاریاں ہوتی رہتی ہوں' اس کو امن وامان کی جگہ کہا جائے یا کم از کم یہ کہ اس کے بارے میں زبان تک نہ ہلائی جائے۔

اس وقت مغربی میڈیا اپنی پوری توانائی اس پر صرف کئے دے رہا ہے کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے' مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے اور اپنے گریبان میں ہاتھ نہیں ڈالتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اس وقت پورے میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے' اس نے اسلام و مسلمانوں کے خلاف آگ اگلنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے' یہ ان کے پروٹوکول میں شامل ہے کہ ہمارے قبضہ و تصرف میں ایسے اخبارات ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید کریں گے خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی' حتیٰ کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار و بے راہ روی' جنسی واخلاقی انارکی' استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے۔

انسانیت سے قدیم بغض و عداوت' یہودی نسل کے تقدس پر ایمان کامل' اسرائیلی خون کی عبادت و پرستش کی حد تک عظمت اور تاریخ انسانی کے ہر دور اور روئے زمین کے ہر گوشہ میں بقیہ انسانی نسلوں اور قوموں کو ہر اہلیت وصلاحیت سے محروم سمجھنا' پوری دنیا پر تسلط حاصل کرنے کا منصوبہ' شر و فساد کا طبیعت ثانیہ اور افتاد طبع بن جانا' تشدد اور دہشت انگیزی کا قومی خصائص اور موروثی عادتوں کا درجہ اختیار کر لینا۔

یہ تصویر یہودیوں کی تاریخ کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے جس طرح مزاج انسان کے ساتھ' اس لئے کہ سازش ان کی تاریخ کی سب سے بڑی بنیادی اور ان کے نظام زندگی کا سب سے بڑا ستون ہے' یہ وہ محور ہے جس کے گرد ان کی ساری ذہانت اور کاوش گھومتی ہے' یہی وہ دماغ یا خفیہ ہاتھ ہے جو ہر بغاوت' انقلاب' سازش' تخریبی نظریات' تباہ کن فلسفوں اور ہر قسم کی بے چینی' اضطراب' انارکی اور ہر طرح کے اقتصادی' سیاسی' اجتماعی اور اخلاقی بحران کے پیچھے کام کر رہا ہے' ان ساری باتوں کی تصویر ایک ممتاز یہودی ڈاکٹر آسکر لیوی نے اپنے اس فخریہ جملہ میں کھینچ دی ہے:

''ہم ہی دنیا کے حاکم اور مفسد ہیں' ہم ہی تمام فتنوں کو ہوا دیتے ہیں' ہم ہی جلاد ہیں۔''

جن یہودیوں نے اپنی تصویر خود اس طرح پیش کی ہے اور اس پر فخر کرتے ہیں' وہ کس منہ سے ان اسلامی تعلیمات کو دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا' تلمود تک کی تعلیم یہ ہے کہ مسیحیوں کا قتل ان فرائض میں سے ایک ہے جن پر یہودی قاتل کو اللہ تعالیٰ بھرپور بدلہ عطا فرمائے گا۔

جن کی مذہبی تعلیم یہ ہو اور جن کا منصوبہ یہ ہو کہ پوری انسانی برادری کو اخلاق و اقدار سے عاری کر کے جانوروں کی صف میں لاکھڑا کیا جائے' وہ ان لوگوں کو دہشت گردی کا الزام دیں جو انسانیت کا سبق پڑھاتے ہیں' ان کے اخبار' ٹیلی ویژن اور ریڈیو سب اس کے لئے وقف ہوں اور اس جھوٹ میں ان کو ذرا جھجک نہ ہو' یہ کتنی حیرتناک بات ہے اور اس سے بھی حیرت کی بات یہ ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں بھی انہیں کی راہ چلنے لگیں... اور انہیں انسانیت دشمن لوگوں کی بولیاں بولنے لگیں اور یہ معلوم کرنے کی قطعاً فکر نہ کریں کہ انسانوں کی فلاح و بہبود کا سبق کہاں سے ملتا ہے؟ امن و سکون کے چشمے کہاں سے پھوٹتے ہیں؟

دنیا میں جہاں کہیں اخلاق و کردار کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہو وہ انہیں مدارس کی دین ہے' وہ اس اسلام ہی کی دین ہے' جس کو بدنام کرنے اور جس کی صورت کو بگاڑ کر پیش کرنے کے لئے مغربی میڈیا اربوں بلکہ کھربوں روپے خرچ کر رہا ہے' یہودیوں کے پروٹوکول میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میڈیا کے ذریعہ ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پرسکون کر دیں گے' اس کے لئے ہم سچ اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں

گے' ہم یہودی ایسے مدیروں' ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو' ہمارا یہی معاملہ بدعنوان' سیاست دانوں' لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے اور ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے' لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلتے جارہے ہیں بس فوراً ہم ان کا کام تمام کردیں گے۔

جو بات ان کے پروٹوکول میں شامل تھی آج کتنا کھل کر اپنے پورے اثرات کے ساتھ دنیا کی قوموں کے سامنے آ گئی ہے' مگر اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی اپنی دانشوری کے دعوت کے ساتھ قومیں ان کے جھوٹے پروپیگنڈوں سے کس طرح متاثر ہیں کہ عقل وخرد سے ادنیٰ کام لئے بغیر انہیں مکاروں کے دام فریب میں پھنستی جارہی ہیں اور انسانوں کی فلاح و بہبودی کے راستہ کی جستجو میں نہیں لگتیں بلکہ یہ یہودی جو کہہ دیں وہی پتھر کی لکیر بن جاتا ہے اور دنیا کی ساری قومیں اندھی بہری ہوکر اسی کے پیچھے دوڑنے لگتی ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت دنیائے انسانیت ہلاکت کے مہیب غار پر آ کھڑی ہوئی ہے۔

ہم مشرقی قوموں کا فرض ہے کہ ان انسانیت دشمن لوگوں کی حقیقت کو سمجھیں اور اپنی حفاظت کی فکر کریں نہ یہ کہ ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہوکر ہم بھی انہیں کی بولی بولنے لگیں اور ان اصولوں اور فطری ضابطوں کی تعلیم دینے والے افراد و مراکز کو دہشت گرد اور دہشت گردی کا اڈا ہونے کا الزام دیں' جن لوگوں اور جگہوں سے انسانیت کی فلاح و بہبود کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

☆☆..........☆☆

اس زمیں پر سایۂ امن واماں اسلام ہے

ابوالمجاہد زاہد

میرا گھر' میرا وطن' میرا جہاں اسلام ہے
میرا گلشن' میری شاخ' آشیاں اسلام ہے
میری رگ رگ میں لہو بن کر رواں اسلام ہے
ہاں! میری روح و رواں تاب و تواں اسلام ہے
زندگی کا ایک ہمہ گیر و مکمل ضابطہ
ہے اگر کوئی تو اے اہل جہاں اسلام ہے
ماضی و حال اور استقبال سب کا راہنما
مذہب ہر دور و دین ہر زماں اسلام ہے
خاتم ہر شرع سابق' ناسخ الادیان دیں
شاہراہ جنت و باب جناں اسلام ہے
جا نہیں سکتی نگاہ اشتراکیت جہاں
اس فضائے زندگی میں پرفشاں اسلام ہے
اشتراکیت تو ہے انسانیت کش فلسفہ
آدمیت کی بہار بے خزاں اسلام ہے
ہے یہ پندرھویں صدی ہجری کے ماتھے پر رقم
مذہب مستقبل اہل جہاں اسلام ہے
ہر بشر کا حق ہے اس کے زندگی بخش آب پر
تشنہ کاموں کے لئے بحر رواں اسلام ہے
اس کے جلوے عام ہیں ہر ملک و ملت کے لئے
مہر عالم تاب ہے' نور جہاں اسلام ہے
یہ زمیں کیا ہے؟ دہکتا اور تپتا ریگ زار
اس زمیں پر سایۂ امن و اماں اسلام ہے
ایک طویل افسانہ انعامات و احسانات کا
رحمتوں کی ایک لمبی داستاں اسلام ہے
زاہد ان کو کوئی طاقت فتح کرسکتی نہیں
جن دماغوں' جن دلوں پر حکمراں اسلام ہے

خیانت اور اس کی مروجہ صورتیں

مولانا ابوعمران اشرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے' جب امانت رکھوائی جائے تو امانت میں خیانت کرتا ہے۔

منافق کی تیسری علامت جو بیان فرمائی وہ ہے: ''امانت میں خیانت'' یعنی مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرے' بلکہ یہ منافق کا کام ہے۔ بہت سی آیات اور احادیث میں امانت پر زور دیا گیا ہے اور امانت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے' چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتوں کو ان کے اہل تک اور ان کے مستحقین تک پہنچاؤ۔'' (النساء)

اس کی اتنی تاکید فرمائی گئی ہے کہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یعنی جس کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان بھی نہیں۔''

گویا کہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ آدمی امین ہو' امانت میں خیانت نہ کرتا ہو۔

آج کل ہم لوگوں نے ان تمام چیزوں کا مطلب اور مفہوم بہت محدود سمجھا ہوا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں امانت کا صرف اتنا تصور ہے کہ کوئی شخص پیسے لے کر آئے اور یہ کہے کہ یہ پیسے آپ بطور امانت اپنے پاس رکھ لیجئے' جب ضرورت ہوگی' اس وقت میں آپ سے واپس لے لوں گا۔ تو یہ امانت ہے اور اگر کوئی شخص امانت میں خیانت کرتے ہوئے ان کو کھا کر ختم کردے اور جب وہ شخص اپنے پیسے مانگنے آئے تو اس کو دینے سے انکار کردے تو یہ خیانت ہوئی۔ ہمارے ذہنوں میں امانت اور خیانت کا بس اتنا ہی تصور ہے' اس سے زیادہ نہیں ہے' بے شک یہ بھی امانت میں خیانت کا حصہ ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کی اصطلاح میں ''امانت'' اس حد تک محدود نہیں بلکہ ''امانت'' کا مفہوم بہت وسیع ہے اور بہت ساری چیزیں امانت میں داخل ہیں' جن کے بارے میں اکثر و بیشتر ہمارے ذہنوں میں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ یہ بھی امانت ہے اور اس کے ساتھ ''امانت'' جیسا سلوک کرنا چاہئے۔

عربی زبان میں ''امانت'' کے معنی یہ ہیں کہ: ''کسی شخص پر کسی معاملے میں بھروسہ کرنا'' لہٰذا وہ چیز جو دوسرے کو اس طرح سپرد کی گئی ہو جس میں سپرد کرنے والے نے اس پر بھروسہ کیا ہو کہ یہ اس کا حق ادا کرے گا' یہ ہے امانت کی حقیقت۔ لہٰذا کوئی شخص کوئی کام یا کوئی چیز یا کوئی مال جو دوسرے کے سپرد کرے اور سپرد کرنے والا اس بھروسے پر سپرد کرے کہ یہ شخص اس سلسلے میں اپنے فریضے کو صحیح طور پر بجا لائے گا اور اس میں کوتاہی نہیں کرے گا' لہٰذا یہ امانت ہے۔ امانت کی اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو بے شمار چیزیں اس میں داخل ہوجاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ''یوم الست'' میں انسانوں سے جو عہد لیا تھا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں یا نہیں؟ اور تم میری اطاعت کروگے یا نہیں؟ تمام انسانوں نے اقرار کیا کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے اس عہد کو قرآن کریم نے سورۂ احزاب کے آخری رکوع میں امانت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے زمین پر امانت پیش کی اور اس سے پوچھا کہ تم اس امانت کے بوجھ کو اٹھاؤ گی؟ تو اس نے اس امانت کے اٹھانے سے انکار کردیا' پھر آسمانوں پر پیش کی کہ تم یہ امانت اٹھاؤ گے؟ انہوں نے بھی انکار کردیا اور پھر پہاڑوں پر یہ امانت پیش کی کہ تم اس امانت کے بوجھ اٹھاؤ گے؟ انہوں نے بھی اس امانت کو اٹھانے سے انکار کردیا اور سب اس امانت کو اٹھانے سے ڈر گئے۔ لیکن جب یہ امانت اس حضرت انسان پر پیش کی گئی تو یہ بڑے بہادر بن کر آگے بڑھے اور اقرار کرلیا کہ میں اس امانت کو اٹھاؤں گا' چنانچہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ انسان بڑا ظالم اور جاہل تھا کہ اتنے بڑے بوجھ کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھ گیا اور یہ نہ سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس امانت کے بوجھ کو اٹھانے سے عاجز رہ جاؤں جس کی وجہ سے میرا انجام خراب ہوجائے۔''

یہ امانت کیا چیز تھی جو انسان پر پیش کی جارہی تھی؟ مفسرین نے کہا کہ یہاں امانت کے معنی یہ ہیں کہ اس انسان سے یہ کہا جارہا تھا کہ تمہیں ایک زندگی دی جائے گی اور اس میں تمہیں اچھے کام کرنے کا اختیار دیا جائے گا اور برے کام کرنے کا بھی اور جب اچھے کام کرو گے تو ہماری خوشنودی حاصل ہوگی، جنت کی ابدی اور دائمی نعمتیں تمہیں حاصل ہوں گی اور اگر برے کام کرو گے تو اس کے نتیجے میں تم پر ہمارا غضب ہوگا اور جہنم کا ابدی عذاب تم پر ہوگا، اب بتاؤ تمہیں ایسی زندگی منظور ہے یا نہیں؟ چنانچہ اور سب نے انکار کردیا، لیکن انسان اس کے لئے تیار ہوگیا۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو بیان فرماتے ہیں:

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زد

آسمان سے تو یہ بوجھ نہیں اٹھا، اس نے تو انکار کردیا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے، لیکن یہ حضرت انسان مشت استخوان نے یہ بوجھ اٹھالیا اور قرعہ فال میرے نام پر پڑ گیا۔

گویا پوری زندگی ہمارے پاس امانت ہے اور اس امانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس زندگی کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق گزاردیں، لہٰذا سب سے بڑی امانت جو ہر انسان کے پاس ہے، جس سے کوئی انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ امانت خود اس کا "وجود" اور اس کی "زندگی" اور اس کے اعضاء و جوارح اس کے اوقات اس کی توانائیاں ہیں، کیا کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے اس ہاتھ کا مالک ہوں، یہ آنکھ جو مجھے ملی ہوئی ہے، میں اس کا مالک ہوں ایسا نہیں، بلکہ یہ سارے اعضاء ہمارے پاس امانت ہیں، ہم اس کے مالک نہیں ہیں کہ جس طرح چاہیں ان کو استعمال کریں، بلکہ اعضاء کی یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں استعمال کے لئے عطا فرمائی ہیں۔ لہٰذا اس امانت کا تقاضا یہ ہے کہ ان اعضاء کو اپنے اس وجود کو، اپنی صلاحیتوں کو اور اپنی توانائیوں کو اسی کام میں صرف کریں، جس کام کے لئے یہ دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں صرف کریں گے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔

مثلاً آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے اور یہ ایسی نعمت ہے کہ ساری دنیا کا مال و دولت خرچ کرکے اس کو حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہیں ہوسکتی لیکن اس کی قدر اس لئے نہیں ہے کہ پیدائش کے وقت سے یہ سرکاری مشین لگی ہوئی ہے اور کام کررہی ہے، اس کے حاصل کرنے میں نہ تو کوئی پیسہ لگا ہے اور نہ محنت کرنی پڑی ہے لیکن جس دن خدانہ کرے.... اس آنکھ کی بینائی میں ادنیٰ سا نقص آجائے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ کہیں میری یہ بینائی نہ چلی جائے، اس وقت اس کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے اور اس وقت آدمی ساری دولت ایک آنکھ کی بینائی کے لئے خرچ کرنے پر تیار ہوجاتا ہے اور یہ ایسی سرکاری مشین ہے کہ نہ اس کی سروس کی ضرورت ہے، نہ اس کو ٹھیک کرانے کی ضرورت، نہ اس کا ماہانہ خرچ نہ ٹیکس نہ کرایہ بلکہ مفت ملی ہوئی ہے لیکن یہ مشین اللہ تعالیٰ نے بطور امانت کے دی ہوئی ہے اور یہ فرمادیا ہے کہ اس مشین کو استعمال کرو، اس کے ذریعہ دنیا کو دیکھو، دنیا کا نظارہ کرو، دنیا کے مناظر سے لطف اٹھاؤ، سب کچھ کرو لیکن صرف چند چیزوں کو دیکھنے سے منع کردیا کہ اس سرکاری مشین کو ان کاموں میں استعمال نہ کریں۔ مثلاً حکم دے دیا کہ اس کے ذریعہ نامحرم پر نگاہ نہ ڈالی جائے، اب اگر اس کے ذریعہ ہم نے نامحرم کی طرف نگاہ ڈالی تو یہ اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت ہوئی، اسی لئے قرآن کریم نے نامحرم کی طرف نگاہ کرنے کو خیانت سے تعبیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

"آنکھوں کی خیانت کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔"

کہ تم نے اس کو ایسی جگہ استعمال کیا جہاں استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تھا، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی شخص نے دوسرے کے پاس اپنا مال بطور امانت رکھوایا اور اب وہ چوری چھپے اس کا مال استعمال کرنا چاہتا ہے، وہی معاملہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کے ساتھ بھی کرتا ہے اور بے وقوف کو یہ پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی عمل چھپ نہیں سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی خیانت کو بہت بڑا گناہ اور جرم قرار دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر وعیدیں بیان فرمائیں۔

اور اگر آنکھ کی اس امانت اور نعمت کو صحیح جگہ استعمال کرو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر ایک شخص باہر سے گھر کے اندر داخل ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور بیوی نے شوہر کو محبت کی نگاہ سے دیکھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے اس امانت کو صحیح جگہ پر استعمال کیا، اگر چہ اپنی ذاتی لذت اور اپنے فائدے کے لئے کیا، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیا، اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کان سننے کے لئے عطا فرمایا ہے اور پھر ہر چیز سننے کی اجازت دے دی، صرف چند چیزوں پر پابندی لگادی کہ تم گانا بجانا مت سننا، موسیقی مت سننا، غیبت مت سننا، غلط اور جھوٹی باتیں مت سننا، لہٰذا اگر کان ان چیزوں کے سننے میں استعمال ہورہا ہے تو یہ امانت میں خیانت ہے۔

"زبان" اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جو پیدائش کے وقت سے چل رہی ہے اور مرتے دم تک چلتی رہتی ہے، زبان کی ذرا سی حرکت سے نہ جانے کیا کیا کام انسان لے رہا ہے، یہ زبان اتنی بڑی نعمت ہے

کہ اگر ایک مرتبہ زبان کو حرکت دے کر یہ کہہ دو: سبحان اللہ الحمدللہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ اس کے ذریعہ سے میزان عمل کا آدھا پلڑا بھر جاتا ہے' اس لئے اس کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے' لیکن اگر زبان کو جھوٹ بولنے میں استعمال کیا۔ غیبت کرنے میں استعمال کیا' مسلمان کی دل آزاری کرنے میں استعمال کیا' دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں استعمال کیا تو یہ امانت میں خیانت ہے۔

یہ تو صرف اعضاء کی بات تھی' ہمارا یہ پورا وجود' پورا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ جسم ہمارا اپنا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہم جو چاہیں کریں' حالانکہ ایسا نہیں ہے' بلکہ یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اسی لئے شریعت میں خودکشی کرنا جرم ہے' اگر یہ جسم ہمارا اپنا ہوتا تو خودکشی کیوں حرام ہوتی' وہ اسی لئے حرام ہے کہ یہ جان' یہ جسم یہ جو' یہ اعضاء حقیقت میں ہماری ملکیت نہیں ہے' بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملکیت ہے۔

مثلاً یہ کتاب ہماری ملکیت ہے' اب اگر ہم کسی شخص سے کہیں کہ یہ کتاب تم لے جاؤ' ہمارے لئے ایسا کرنا جائز ہے' لیکن اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے قتل کردو' میری جان لے لو' اب اس نے قتل کرنے کی اجازت دے دی' اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دے دیا' دستخط کر دیئے' مہر بھی لگادی' سب کچھ کر دیا' لیکن اس کے باوجود جس کو قتل کی اجازت دی گئی ہے اس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں' کیوں؟ اس لئے کہ یہ جان اس کی ملکیت ہی نہیں ہے' اگر اس کی ملکیت میں ہوتی' تب وہ دوسرے کو اس کے لینے کی اجازت دے سکتا ہے' لہٰذا جب ملکیت نہیں تو پھر دوسرے کو اجازت دینے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ پورا وجود' پوری جان اور یہ صلاحیتیں اور توانائیاں یہ سب ہمیں امانت کے طور پر عطا فرمائی ہیں۔ لہٰذا اگر غور کیا جائے تو یہ پوری زندگی امانت ہے۔ اس لئے زندگی کا کوئی کام اور ان اعضاء سے کیا جانے والا کوئی عمل' کوئی قول' کوئی فعل ایسا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی' اس امانت میں خیانت کا سبب ہے' اس لئے امانت کا جو محدود تصور ہمارے ذہنوں میں ہے کہ کوئی شخص آکر پیسے رکھوائے گا اور ہم صندوقچی کھول کر اس میں وہ پیسے رکھیں گے اور تالا لگادیں گے' اب اگر ان پیسوں کو نکال کر خرچ کر لیا تو یہ خیانت ہوگی۔ امانت کا اتنا محدود تصور غلط ہے' بلکہ یہ پوری زندگی ایک امانت ہے' اور زندگی کا ایک ایک قول وفعل امانت ہے۔ حدیث شریف میں جو یہ فرمایا گیا کہ امانت میں خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی گناہ ہیں۔ چاہے وہ آنکھ کا گناہ ہو' یا کان کا گناہ ہو یا زبان کا گناہ ہو یا کسی اور عضو کا گناہ ہو' وہ سارے امانت میں خیانت کے اندر داخل ہیں اور وہ مومن کے کام نہیں ہیں بلکہ منافق کے کام ہیں۔

یہ تو امانت کے بارے میں عام باتیں تھیں۔ لیکن امانت کے کچھ خاص خاص شعبے بھی ہیں۔ بعض اوقات ہم ان کو امانت نہیں سمجھتے اور امانت جیسی حفاظت نہیں کرتے۔ مثلاً ''عاریت'' کی چیز ہے۔ ''عاریت'' اس کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو ایک چیز کی ضرورت تھی' وہ چیز اس کے پاس نہیں تھی' اس لئے اس نے وہ چیز استعمال کرنے کے لئے دوسرے سے مانگ لی' یہ ''عاریت'' کی چیز ''امانت'' ہے۔ مثلاً کوئی کتاب دوسرے شخص سے پڑھنے کے لئے مانگ لی کہ میں پڑھ کر واپس کردوں گا۔ تو یہ کتاب میرے پاس ''عاریت'' ہے' اور یہ عاریت کی چیز امانت ہوتی ہے' لہٰذا اس لینے والے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو مالک کی مرضی کے خلاف استعمال کرے اور اس عاریت کی چیز کو اس طرح استعمال نہ کرے' جس سے مالک کو تکلیف ہو اور دوسرے یہ کہ اس کو بروقت مالک کے پاس لوٹانے کی فکر کرے' اگر کتاب نہیں لوٹائی تو یہ امانت میں خیانت ہے' لیکن اب تو لوگوں میں یہ مقولہ بھی مشہور ہوگیا ہے کہ ''کتاب کی چوری جائز ہے'' اور جب کتاب کی چوری جائز ہوگئی تو امانت میں خیانت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ اگر کسی نے کوئی کتاب پڑھنے کے لئے دے دی تو اب لوٹانے کا کوئی سوال نہیں' حالانکہ جتنی عاریت کی چیزیں ہیں جو آپ کے پاس کسی بھی طریقے سے آئی ہوں' ان کو حفاظت سے رکھنا اور ان کو مالک کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرنا واجب اور فرض ہے' اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔

حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے بے شمار مواعظ میں اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ لوگ بکثرت ایسا کرتے ہیں کہ ان کے گھر کسی نے کھانا بھیج دیا' اس بے چارے بھیجنے والے سے یہ غلطی ہوگئی کہ اس نے آپ کے گھر کھانا بھیج دیا۔ اب صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ وہ کھانا تم دوسرے برتن میں نکال لو اور وہ برتن اس کو فوراً واپس کردو' مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ بے چارہ کھانا بھیجنے والا برتن سے بھی محروم ہوگیا' چنانچہ وہ برتن گھر میں پڑے ہوئے ہیں' واپس پہنچانے کی فکر نہیں' بلکہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ان برتنوں کو خود اپنے استعمال میں لانے شروع کر دیئے' یہ امانت میں خیانت ہے۔ اس لئے کہ وہ برتن آپ کے پاس بطور عاریت کے آئے تھے' آپ کو ان کا مالک نہیں بنایا گیا تھا' لہٰذا ان برتنوں کو استعمال کرنا اور ان کو واپس پہنچانے کی فکر نہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے کہیں ملازمت کرلی اور ملازمت میں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینے کا معاہدہ ہوگیا' آٹھ گھنٹے آپ نے اس کے ہاتھ فروخت کردیئے' لہٰذا یہ آٹھ گھنٹے کے اوقات آپ کے پاس اس شخص کی امانت ہے جس کے یہاں آپ نے ملازمت کی ہے۔ اگر ان آٹھ گھنٹوں میں سے ایک منٹ بھی آپ نے کسی ایسے کام میں صرف کردیا جس میں صرف کرنے کی مالک کی طرف سے اجازت نہیں تھی' تو یہ امانت میں خیانت ہے' مثلاً ڈیوٹی کے اوقات میں دوست احباب ملنے کے لئے آگئے' اب ان کے ساتھ ہوٹل میں بیٹھ کر باتیں ہورہی ہیں' یہ وقت اس میں صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ وقت تمہارا بکا ہوا تھا' تمہارے پاس امانت تھا' تم نے اس وقت کو باتوں میں اور ہنسی مذاق میں گزار دیا تو یہ امانت میں خیانت ہے۔

اب بتایئے ہم لوگ کتنے غافل ہیں کہ جو اوقات ہمارے بکے ہوئے ہیں' ہم ان کو دوسرے کاموں میں صرف کر رہے ہیں' یہ امانت میں خیانت ہورہی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مہینے کے آخر میں جو تنخواہ مل رہی ہے وہ پوری طرح حلال نہیں ہوئی' اس لئے کہ وقت پورا نہیں دیا۔

آج سارا زور حقوق کے حاصل کرنے پر ہے' حقوق حاصل کرنے کے لئے جلوس اور جلسے ہورہے ہیں' نعرے لگائے جارہے ہیں اور اس بات پر احتجاج ہورہا ہے میرا حق دو لیکن کسی کو یہ فکر نہیں کہ دوسروں کے حقوق جو مجھ پر عائد ہورہے ہیں وہ میں ادا کر رہا ہوں یا نہیں؟ آج یہ مطالبہ تو ہر شخص کر رہا ہے کہ میری تنخواہ بڑھنی چاہئے۔ مجھے ترقی ملنی چاہئے۔ یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ مجھے اتنی چھٹیاں ملنی چاہئیں۔ مجھے اتنا الاونس ملنا چاہئے۔ لیکن جو فرائض مجھے سونپے گئے ہیں وہ میں ادا کر رہا ہوں یا نہیں اس کی کوئی فکر نہیں۔

☆☆ .... ☆☆

مرحلہ عالمیہ بنین کے اہل جامعات متوجہ ہوں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصاب کمیٹی کے فیصلہ اور مجلس عاملہ کی توثیق کے بعد کتاب

آئینہ قادیانیت

عالمیہ بنین سال اوّل (درجہ مشکوۃ) میں داخل نصاب ہوچکی ہے۔ وفاق کے سالانہ امتحان الورقة الاولی میں نخبة الفکر اور علوم القرآن کے ساتھ ایک سوال آئینہ قادیانیت سے بھی ہوگا

کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے تمام دفاتر سے اصل لاگت پر دستیاب ہے

المشتہر (حضرت مولانا) محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

اسلام میں محنت کی عظمت اور مزدوروں کے حقوق

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت‘ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ انسانی معاشرے کا وہ اکثریتی طبقہ جس کو ہم مزدور یا محنت کش کے نام سے پکارتے ہیں۔ دنیا کے سارے نظام اس کا استحصال اور اس کے حقوق کی نفی کرتے چلے جاتے ہیں۔ امراٗ اور سرمایہ دار طبقے نے ہمیشہ ان پر زیادتی کی اور انہیں اپنا محکوم بنا کر ان کا معاشی اور معاشرتی استحصال کیا‘ لیکن اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مظلوم طبقے کو اس کا صحیح اور جائز مقام عطا کیا اور سرمایہ دار کو اس بات سے آگاہ کیا کہ وہ اس طبقے کی قدر کرے‘ کیونکہ ان سرمایہ داروں کو روزی اسی محنت کش اور مزدور طبقے کی محنت کے سبب ملتی ہے۔

اسلام نے صرف انسانی مساوات واخوت کا درس ہی نہیں دیا بلکہ اس نے عملی طور پر مزدور اور محنت کش کے وقار اور اس کی عزت کو بلند بھی کیا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تمہارے ماتحت کام کرنے والے تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے‘ تو جس کا بھائی اس کے ماتحت کام کرتا ہے‘ اسے وہی کھلائے جو خود کھائے‘ اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہو‘ اس پر اتنا کام نہ لادے جو اس کو مغلوب کردے‘ اگر اس پر بار ڈالو بھی تو اس کی امداد واعانت کرو۔ (صحیح بخاری‘ ج:۱ص:۹)

اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوئیں وہ یہ ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ وہ لوگ جو کسی مزدور اور محنت کش سے کام لیتے ہیں اور وہ لوگ جو مزدور اور محنت کش ہیں‘ ان دونوں کے تعلقات و روابط کی نوعیت ایسی ہو جو بھائیوں میں آپس میں ہوتی ہے اور کھانے پینے‘ رہنے سہنے کی حد تک ان کی معاشی سطح برابر ہو‘ اس بات سے مزدور کی اجرت کے معاملے پر بھی روشنی پڑ رہی ہے۔ یعنی کم از کم اس کو اپنی مزدوری کی اتنی اجرت ملے کہ وہ کھانے اور پہننے میں مالک کی سطح پر آسکے‘ نیز یہ کہ کام اور وقت دونوں کے اعتبار سے مزدور اور محنت کش طبقے پر اس قدر بوجھ نہ ڈالا جائے کہ جو ان کے اعصاب کو شل کردے اور پھر اگر کوئی ایسا کام آہی جائے جو دشوار اور سخت ہو یا جس میں شدید محنت کرنا پڑ رہی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کام نہ کرایا جائے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ محنت کش اور مزدور کی جان پر ہی کیوں نہ بن جائے‘ بہرصورت اس سے وہ کام لازماً لیا ہی جائے بلکہ اس کی اعانت ومدد کے لئے چند مزید مزدور لگادیے جائیں اور پھر بطور صلۂ رحمی اور احسان کے ان کی مزید مدد بھی کردی جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”قیامت میں تین اشخاص کے ساتھ میری دشمنی ہوگی۔ پہلا وہ شخص جس نے میرے نام پر کسی کو کچھ دیا پھر بدعہدی کی‘ دوسرا وہ شخص جس نے کسی شخص کو اغوا کیا اور پھر اس کا تاوان (رقم) وصول کی‘ تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کسی کام پر رکھا اور اس سے پورا کام لیا لیکن اس کی پوری مزدوری اس کو نہ دی۔“

بلحاظ آفرینش تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ تو کارخانہ کائنات کا نظام درست رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت اس کی متقاضی تھی کہ بعض کو بعض کے ماتحت رکھا گیا‘ ورنہ وہ شخص جو کسی کے ماتحت ہے‘ کسی کی زیرنگرانی کام کر رہا ہے‘ محنت کش یا مزدور ہے‘ وہ معاشرے میں اسی طرح باوقار مقام کا حامل ہے‘ جس طرح وہ شخص جس کی ماتحتی میں وہ کام کر رہا ہے‘ کسی کا ماتحت یا مافوق ہونا معاشرے میں ان کے مقام میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کرتا‘ ماتحت اور مافوق دونوں رشتۂ اخوت میں جڑے ہوئے ہیں۔ مزدوروں اور زیردست طبقے کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کرنا چاہئے؟ تو ان کے ساتھ درگزر اور چشم پوشی کے متعلق ایک حدیث قابل ذکر ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اللہ کے نبی سے دریافت کیا: ”میں اپنے خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے‘ اس نے پھر دریافت کیا‘ آپؐ پھر خاموش رہے‘ پھر اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: روزانہ ستر مرتبہ معاف کردیا کرو۔“ (ابوداؤد‘ ترمذی)

محنت کش‘ مزدور‘ کسان‘ ہنرمند کسی بھی ملک کی ترقی وتعمیر کی گاڑی کا ایک پہیہ ہوتے ہیں جب کہ دوسرا پہیہ سرمایہ دار‘ کارخانے دار یا زمین دار ہوتا ہے۔ اگر اس کو عزت نفس اور حوصلہ افزائی بخشی جائے

جس کا وہ اہل بھی ہے تو وہ نہایت محنت اور خوش اسلوبی سے کام کرے گا' جس کے نتیجے میں ملکی معیشت و صنعت اور تجارت ترقی کرے گی۔ اسی لئے مزدور و محنت کش اور کارخانے یا سرمائے دار دونوں کے لئے عدل و احسان سے کام لینے کا حکم آیا ہے۔ ''عدل'' سے مراد یہ ہے کہ مزدور اپنا کام پوری محنت اور دیانت داری سے سرانجام دے اور مالک اس کو پوری پوری مقرر کردہ اجرت ادا کرنے میں کسی قسم کی پس و پیش یا دیر نہ کرے' جب کہ احسان کا مطلب یہ ہے کہ مزدور کو بھی چاہئے کہ کبھی کبھی کام کو طے شدہ وقت سے زیادہ وقت دے دے اور مالک کو بھی کبھی احسان سے کام لیتے ہوئے طے شدہ اجرت سے کچھ زیادہ دے دینا چاہئے۔ ''احسان'' اسلامی تصوف کا بھی اہم رکن ہے' اس سے دلوں میں نیک جذبات' باہمی محبت و الفت' رواداری کے خوش کن جذبات ابھرتے ہیں۔

محنت کش' مزدور اور کارخانے دار یا صنعت کار جب عدل و احسان کے جذبے سے سرشار ہوں گے تو مزدور اس کام کو اپنا کام سمجھ کر کرے گا' اسی قسم کے جذبات مالک میں بھی پیدا ہونے چاہئیں کہ وہ اس محنت کش کو اپنا بھائی سمجھے' گویا اسلامی مملکت کی حدود کے اندر یا اسلامی فلاحی معاشرے میں آجر اور مزدور و محنت کش کے جو تعلقات کار ہونے چاہئیں ان کا نچوڑ یہ ہے کہ مالک و آجر کا یہ رویہ اور برتاؤ مزدوروں کے ساتھ نہ صرف ہمدردانہ بلکہ برادرانہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم نہ کرے۔'' (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کریں تو اس معاملے میں اللہ کے نبی کا کردار قرآن کا پرتو نظر آئے گا' حضرت انسؓ کہتے ہیں جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ انس ہے اور سمجھ دار بچہ ہے' آپ کی خدمت کرے گا' پھر اس کے بعد حضرت انس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے' سفر ہو یا حضر' آپ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ رہتے۔ اُن کا بیان ہے کہ: خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کو جو بھی میں نے کیا' یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا' یا یہ کہ تو نے کیوں نہیں کیا۔ (بخاری)

مزدور و محنت کش' کسان و ہاری کو ایسا کلمہ یا ایسی بات بھی کہنا ممنوع ہے' جس سے ان کی عزت نفس میں فرق آتا ہو اور ان میں احساسِ کمتری پیدا ہو' ان سے ایسی بات بھی کرنا منع ہے' جس سے ایک کی برتری اور دوسرے کی کم تری ظاہر ہوتی ہو۔ اسلام میں تو جانوروں کو بُرا بھلا کہنا' گالی دینا یا ان کی طاقت و قوت سے زائد بوجھ ڈالنا یا بے تحاشا پیٹنا اس کی بھی ممانعت ہے تو پھر وہ ذات جس کی تخلیق احسن تقویم پر کی گئی ہو' اب خواہ وہ ماتحت ہو' مزدور و محنت کش ہو' کسان ہو یا نوکر و خادم' اس پر ظلم و زیادتی کیسے برداشت کی جاسکتی ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مزدور و محنت کش کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب مزدور کام سے فارغ ہو جائے تو بلا تاخیر اور بلا تامل اس کا معاوضہ ادا کر دیا جائے۔ (الجامع الصغیر) ☆

نقش و نگار چہرہ اسلاف مٹ گئے

اس سرزمیں سے مہر و وفا کون لے گیا
اوج کمال و بخت رسا کون لے گیا

زلف بہار دوش خزاں پر بکھر گئی
سرو و سمن کی آب و ہوا کون لے گیا

غنچے خموش پھول پریشاں فضا اداس
لطف خرام بادِ صبا کون لے گیا

آنکھوں کو پاس شرع پیمبر نہیں رہا
چہروں سے آب و تاب حیا کون لے گیا

نقش و نگار چہرہ اسلاف مٹ گئے
وہ استوار عہد وفا کون لے گیا

انصاف بک رہا ہے زر و سیم کے عوض
ان حاکموں سے خوف خدا کون لے گیا

اندوہ گیں ہے انجمن نو بہار شعر
شورش مرے سخن کی ادا کون لے گیا

آغا شورش کاشمیریؒ

ثقافتی پروگرام اسلامی تصور کے تناظر میں!

تحریر: مولانا سیّد محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ و تلخیص: محمد وثیق ندوی

کھیل' تماشے' تفریح اور دل لگی کا بہترین اور موثر ذریعہ ہیں' جن کا مقصد اپنے غموں کو غلط کرنا' تھکے ماندے جسم میں تازگی اور نشاط پیدا کرنا ہوتا ہے' تھکے اور بجھے دلوں کو بہلانے اور غموں کو غلط کرنے کے لئے لوگوں نے جدا جدا اسباب و وسائل اپنا رکھے ہیں' یہ تنوع اور تفریح کے الگ الگ طریقے ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں۔ چونکہ تفریح اور دل بستگی انسانی ضرورت ہے' خصوصاً ان لوگوں کے لئے یہ ضرورت اور بڑھ جاتی ہے جو جسمانی محنت و مشقت اور خدمت کے کام انجام دیتے ہیں اور ان کو انجام دے کر تھک جاتے ہیں۔ معاشرہ میں اس طرح کے لوگوں کی کافی تعداد پائی جاتی ہے' جن میں علماء و ادباء' دانشور' اسکالرز اور ملازمین و مزدور پیشہ افراد سب ہی شامل ہیں' جن میں تقریباً سب ہی لوگ ذہنی و جسمانی محنت و مشقت والے امور انجام دیتے ہیں۔

تفریح تھکاوٹ دور کرنے کے سلسلہ میں ان کا موقف ایجابی ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیل کود کے ذریعہ نشاط حاصل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا:

''اپنے دلوں کو وقتہ وقتہ سے فرحت پہنچاؤ اور اس کے لئے نو اور اور حکمت پر مبنی لطائف تلاش کرو' اس لئے کہ دل بھی اکتاتے اور تھک جاتے ہیں' جس طرح بدن تھک جاتا ہے۔''

(تفسیر روح البیان' سورۂ لقمان: ۷/۵۰)

اسلام نے دلوں کو فرحت و مسرت کے لئے جائز امور و وسائل کو اپنانے کی دعوت دی ہے۔ اسلام نے تیر اندازی' جہاز رانی اور گھوڑ دوڑ کو خاص اہمیت دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ کے ذکر سے جو چیز خالی ہو وہ لہو ہے' البتہ چار چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں: (۱) تیر اندازی کے وقت دوڑنا' (۲) گھوڑے کی پرورش و پرداخت' (۳) اپنے خاندان کے ساتھ ہنسی مذاق کھیل کود اور دل لگی کرنا' (۴) تیراکی سیکھنا۔'' (رواہ احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''علموا اولادکم السباحة والرماية ورکوب الخيل ''... کہ تم اپنی اولاد کو تیر اندازی' تیراکی' اور گھوڑوں کی سواری سکھاؤ۔

(موسوعۃ الرد علی المذاہب الفکریہ: ۲/۳۳۱)

قدیم زمانے میں خوشی حاصل کرنے اور دل بہلانے کے لئے جو وسائل عام تھے' ان میں شکار' کثرت ورزش اور داستان گوئی' شعر و ادب اور سیر و تفریح شامل تھیں ان کے علاوہ بعض فنی کام مثلاً سنگ تراشی' تصویر کشی' نغمہ سنجی' موسیقی نیز ذہنی و جسمانی تکان کو دور کرنے والی دیگر چیزیں رائج تھیں جن سے ذہنی تکان دور ہوتا ہے اور انسان فرحت و سکون محسوس کرتا ہے' ان وسائل اور تفریح کا مقصد کام میں تسلسل پیدا کرنا اور اس میں مزید اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ کتاب البخلاء کے مصنف مشہور عربی ادیب جاحظ نے اپنی کتاب میں اس جانب اشارہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''مخاطب بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق فتح بن خاقان ہے جو متوکل کا مشیر اور وزیر تھا... آپ نے مجھ سے بخیلوں کے نادر واقعات' حریصوں کی حیلہ بازیاں نیز مزاح' ہزل اور سنجیدگی کے باب میں کچھ بیان کرنے کی فرمائش کی تاکہ اس کے ذریعہ آپ جی بہلائیں اور جی بھر کر سکون و آرام حاصل کریں' اس لئے کہ مسلسل محنت تکان پیدا کر دیتی ہے' ایسے شخص کے لئے طنز و مزاح اور تفریح کا مشغلہ ضروری ہوتا ہے ...'' (کتاب البخلاء: ۱/۱۷' دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان' ۱۹۸۸ء)

سہل بن ہارون کا قول ہے کہ مزاح کا ایک وقت اور ایک محل ہوتا ہے اور سنجیدگی اور محنت و مشقت کا وقت اور محل' ان دونوں میں افراط و تفریط ہو جائے تو اگر زیادتی ہو تو فساد پیدا ہو جاتا ہے اور اگر کمی ہو تو اس سے عیب پیدا ہو جاتا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''احیاء العلوم الدین'' میں مزاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

مزاح پر مداومت یا اس سے یکسر احتراز دونوں باتیں قابل مذمت ہیں تاہم جو مزاح ان دونوں امور سے خالی ہو وہ قابل مذمت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔"

(شمائل ترمذی ص:۱۴۸)

اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ تفریح ومزاح پیہم مشغول اور مسلسل جدوجہد کرنے والے انسان کے اندر نشاط اور تازگی پیدا کرنے کے لئے ایک لازمی عنصر ہے۔ گزشتہ دور میں تفریح طبع وسائل نہ صرف یہ کہ دل لگی اور تفریح طبع کا باعث ہوا کرتے تھے بلکہ اس سے جسمانی ورزش جیسے اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے تھے، اس وقت انسان جو کھیل پسند کرتا تھا اس سے جسم انسانی کو قوت اور جلا ملتی تھی، اس میں محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی تھی مثلاً: دوڑ، تراکی، تیراندازی، نیز ذکاوت و فطانت جیسی چیزیں اور انسان کو تقویت بخشنے والے دیگر وسائل و ذرائع، اس کے لئے ایسے کھیلوں کا انتخاب کیا جاتا تھا جن سے ذہانت و فطانت بڑھتی ہے اور علم و ادب میں اضافہ ہوتا ہے، اس میں داستان گوئی روایات و مقامات، الف لیلہ اور دیگر وہ کتابیں جو حکمت اور لطف سے پُر ہوتی تھیں جیسے کلیلہ و دمنہ اور کتاب البخلا ان کتابوں کو عظیم عالموں اور ادیبوں نے انہیں مقاصد کے لئے تالیف کیا اور بہت سے نیک طینت مصنفین نے ایسی کہانیاں لکھیں جو بیک وقت تربیت اور تفریح دونوں کام کرتی تھیں، ہر زبان وادب میں خصوصاً عربی اردو میں اس قسم کی کہانیوں اور داستانوں کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔

شعر وادب کی محفلیں بھی اس مقصد کے لئے بکثرت منعقد ہوتیں اور طرحی مشاعرے اور شعری نشستیں ہوتی تھیں، نیز پہیلیاں بوجھنے اور پیچیدہ نکتوں کو حل کرنے اور داستان گوئی جس میں تخیلاتی، طلائی اور جانبازی کی داستانیں و حکایتیں اور سیر و سیاحت کے دلچسپ مناظر و مشاہد کے بیان کی مجلسیں و نشستیں ہوتی تھیں۔

لیکن اس دور میں یورپی تہذیب وثقافت کے اثر سے تفریح ومزاح کا طریقہ یکسر بدل گیا ہے اب یہ وسائل اور سرگرمیاں علمی، فکری اور جسمانی فوائد سے خالی ہوگئی ہیں۔ اب ان کا مقصد محض دل لگی رہ گیا ہے، اور وہ چیزیں جو گزشتہ زمانے میں چند لوگوں کے ساتھ خاص تھیں اب وہ عام ہو چکی ہیں اور سوسائٹی کا ہر فرد اس کی زد میں آگیا ہے اور ان کا اثر کام اور تعلیم کے وقت پر پڑنے لگا ہے، دوسرے ان میں انسانی اور اخلاقی قدروں کی رعایت بھی ختم ہوگئی ہے۔

اسباب تفریح کے اس رجحان کا یورپ کی قدیم تاریخ اور روایات سے گہرا تعلق ہے، قدیم زمانہ میں روم اور یونان (Greek) نے دل لگی اور تفریح طبع کے میدان میں وحشیانہ طریقے اپنا رکھے تھے، جیسے انسان و جانور کی کشتی جسم انسانی میں آتش زنی اور اس کی موت سے لطف اندوز ہونا اور انسان کو موت کے منہ میں ڈال کر اس کے تڑپنے اور موت سے مقابلہ آرائی کے مناظر سے دل بہلانا۔ اس کا تعلق یورپ کے ان حالات سے تھا جن میں جنگ اور سفاکی عام تھی، موجودہ دور میں فن اسی تصور سے متاثر ہے۔

اسی طرح فن پُر فریب اور دلکش طریقوں سے ذہنوں کو متاثر کرنے کا ذریعہ ہے جو انسان کی طاقت و قوت اور افکار و خیالات پر غیر شعوری طور پر مستولی ہو جاتا اور اس کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے، پھر اس کی خاطر انسان اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کے تقاضوں سے بے خبر ہو کر اس کے مظاہر اور اس کے مضامین کی دلفریبی میں کھویا رہتا ہے اور اگر اس کا اثر حدود سے تجاوز کر جائے تو ان تمام امور سے رشتے منقطع کر لیتا ہے جو متانت، سنجیدگی، حلم و بردباری اور صبر و وقار کے متقاضی ہوں اور زندگی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، کیونکہ "فن" لوگوں کے دلوں کو موہ کر انہیں اپنے خیال میں گم کر دیتا ہے، اس کی شکلیں اور تعبیرات ذہن میں گھومتی رہتی ہیں، اس سے دلچسپی بڑھتی جاتی ہے، بعض لوگ کسی فنی مظاہرہ کو بار بار دیکھتے ہیں اور دوسروں کو ترغیب دیتے اور اس کا ہر وقت چرچہ کرتے رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں انسان اشتعال انگیزی کی طرف ٹوٹ پڑتا ہے، اگر اس میں جنسی مضامین یا مظاہر ہیں تو اس کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے "فن" ایسا معلم ہے جس کی تعبیر دلکش اور شکل جاذب نظر ہے وہ ذہن تک پہنچنے کا مختصر ترین راستہ ہے۔

گزشتہ زمانہ میں ہر فن سے تعلق رکھنے والے "فنکار" کہلاتے تھے، اس سے نفع اندوزی کے خاص مواقع ہوتے تھے، اسی طرح اپنے "فن" کو پیش کرنے کے بھی مخصوص مقامات ہوتے تھے، لیکن موجودہ زمانہ میں اس "فن" نے ایسی ترقی کر لی ہے کہ زندگی کے بیشتر پہلوؤں پر اس کا سکہ جما ہوا ہے، اب سیاسی لیڈر بھی فنکار، تاجر بھی فنکار اور فوجی بھی فنکار ہے "فن" اب ذہنی کمال کے ایسے مظاہرہ کا نام ہے جو دوسرے کو فریب میں مبتلا کر دے۔

بیشتر ممالک کے حکمراں "فن" کو اپنی شخصیت کی تعمیر کے لئے سب سے بڑے وسیلے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور انہوں نے وسائل ابلاغ کو تعلیم و تربیت کے بجائے لذت نفس کے حصول کا ذریعہ بنا دیا ہے، اسی طرح فنون لطیفہ فتنوں کی آماجگاہ بن گئے ہیں، جن میں ہر شخص ذہنی عیاشی اور تفریح طبع کے لئے مشغول رہتا ہے اور کوئی اخلاقی یا سماجی رکاوٹ بھی اس کے درمیان حائل نہیں ہو پاتی، کیونکہ مغربی تہذیب میں قدروں اور اخلاقیات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور اخلاقی تصور نیز خیر و شر کا تصور وہ نہیں ہے جو مذہب اور اخلاق سکھاتا ہے، اعمال کا

محاسبہ حقوق کی فکر اور انجام کار کی پروا کرنا ایک ایسا تصور ہے جو اس ترقی کے تصور کے ساتھ میل نہیں کھاتا بلکہ وہ قدامت پسندی یا بنیاد پرستی سمجھا جاتا ہے۔

فن کے بارے میں مغرب کے اس طرزِ فکر کو ہر ملک نے قبول کرلیا ہے ترقی پسند اصحاب قلم نے بھی اس نقطہ کو اختیار کرلیا ہے‘ اگر کوئی آواز فن کے اس رخ کے خلاف اٹھتی ہے تو وہاں کے رسائل اور ذرائع ابلاغ اس پر اتنے چراغ پا ہوتے ہیں کہ اعلیٰ اقدار اور صحف سماویہ پر زبان طعن دراز کرنے لگتے ہیں اور دین کو آرٹ کا دشمن اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے لگتے ہیں اور اخلاق کی تعلیم دینے والوں کو بنیاد پرستی کا طعنہ دیتے ہیں‘ فن کے اسی دفاع کے ساتھ‘ یہی اصحاب قلم نوجوانوں کی بے راہ روی اخلاقی کرپشن‘ امن کے بحران‘ لوٹ کھسوٹ‘ قتل و غارت گری کے واقعات اور عورتوں کے اغوا کئے جانے کی شکایات بھی کرتے رہتے ہیں‘ لیکن ان کے مسببات پر ان کی نظر نہیں جاتی اور پھر جب حالات کو پُرامن بنانے اور شر و فساد کو ختم کرنے کی حقیقی کوششیں کی جاتی ہیں تو یہی واویلا بھی مچاتے ہیں۔

بچے اور بچیوں کے اغوا کے واقعات ہر ملک میں بکثرت پائے جارہے ہیں‘ بچوں میں جرائم کا رجحان بھی اس وقت عام ہو رہا ہے‘ جرائم کی تصویر سے دہشت انگیزی تیز تر ہو رہی ہیں اور یہ مسئلہ انتہائی سنگین اور عالمی پیمانہ پر موضوع بحث بن چکا ہے‘ جس پر کنٹرول پانا ترقی پسند ممالک کے لئے بھی دشوار ترین امر ہے‘ کیونکہ ہر حکومت کو اس کے مضرات لاحق ہو رہے ہیں اور نئی نسلوں کا رجحان اس طرح بڑھ رہا ہے تقریباً تمام ملکوں میں اس قسم کی تحریکوں کا جال پھیلا ہوا ہے‘ ان میں سے بعض کرائے پر بکنے والے افراد کی خدمات حاصل کرکے مال کمانے کی فکر میں ہیں۔ یہ تنظیمیں اکثر مقامات میں انتشار و ابتری اور مذہبی بے راہ روی کا باعث بنی ہوئی ہیں‘ تنہا ہندوستان میں مختلف شکلوں میں اس طرح کی سینکڑوں تنظیمیں کام کر رہی ہیں‘ ان میں بعض حزبی پیمانہ پر بعض ملکی اور قومی پیمانہ پر اور بعض اقتصادی و معاشرتی پیمانہ پر ہیں‘ جن میں حکومتوں کا بھی ہاتھ ہوتا ہے اور وہ ان سرکشوں و شرپسندوں کا ساتھ دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ میں کھیل (Sports) بھی فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا کام انجام دے رہے ہیں‘ وہ نوجوانوں کے ذہنوں کو متاثر کر رہے ہیں‘ یہ علاقائی اور محدود رہنے کے بجائے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ عالمی حیثیت اختیار کر گئے ہیں‘ اور شہر و دیہات کے لوگ ان پروگراموں کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں انہیں اسکولوں‘ لائبریریوں اور کارخانوں میں دکھایا جاتا ہے‘ میچ کے دوران تعلیم اور دفتری کام متاثر ہوتا ہے‘ کھلاڑیوں کی زندگی اور کھیل کے ذریعہ ان کی اقتصادی خوشحالی کے تذکروں اور ان کی ثقافت اور کردار سے نوجوان متاثر ہوتے ہیں‘ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پیشہ ور ملازم اپنے کاموں سے اور طلبا تعلیم و تعلم سے بے اعتنائی برتتے ہیں اور سارے کام تعطل کا شکار ہوجاتے ہیں۔

ان مقابلوں اور میچوں سے بھی ایک قدم آگے ہیں ٹی وی کے پروگرام اور فلمیں‘ ویڈیو‘ ویڈیو گیمز‘ یہ نہ صرف اخلاق و کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ علمی استعداد اور خداداد استفادہ کی صلاحیت بھی مفقود ہوجاتی ہے‘ موجودہ دور میں ان وسائل کی اشاعت اتنے زوروں پر ہے کہ ہوائی اڈوں‘ پلیٹ فارموں‘ سڑکوں‘ پارکوں اور مدارس و کالجز وغیرہ میں ٹی وی سیٹ لگا دیئے گئے ہیں‘ ہوٹلوں اور کلبوں کا تو کہنا ہی کیا‘ یہ سارے ہی نشری ادارے جذبات و احساسات کو برانگیختہ کرنے والے پروگرام پیش کرتے ہیں خواہ وہ انسان کو غیر انسانی حرکتوں‘ جرائم و ظلم اور زیادتی پر ابھارتے ہوں اور انسان کی قوتِ عمل کو بڑھانے کے بجائے اس کی کارکردگی و یکسوئی کو کم کرتے ہیں بلکہ معطل کر دیتے ہوں۔

ان مذکورہ سامان تفریحات کے علاوہ وہ شبینہ کلب اور لہو و لعب بھی ہیں جو رقص و سرود اور نغمہ و بربط پر مشتمل انتہائی نازیبا پروگرام پیش کرتے ہیں‘ ان میں مرد و عورت جوان و بوڑھے اور عیش پسند و ناجائز پیشہ افراد جن میں نہ کوئی پردہ ہوتا ہے اور نہ تکلف و حیا سب ہی شامل ہوتے ہیں۔

اسی طرح شب باشی کے پروگرام اور سپر اسٹار و فائیو اسٹار ہوٹل میں جو ہیجان انگیزی اور غیر فطری جذبات ابھارنے کا کام انجام دیتے ہیں اور ایسے اداکاروں اور شائقین کے بے جا اختلاط کا موقع فراہم کرتے ہیں جو غیر فطری ماحول کے پروردہ ہوجاتے ہیں۔ آج ان اداکاروں کی نقالی کا نشہ اس طرح زوروں پر ہے کہ لباس اور کھانے پینے حتیٰ کہ زندگی کے بیشتر معاملات میں ان کی نقالی کی جاتی ہے اور ان کو اپنا آئیڈیل بنایا جاتا ہے‘ نوجوان ان پر فریفتہ ہوتے ہیں اور ان سے اس قدر محبت و عشق کرتے ہیں کہ ان کے ذکر سے قلم کو حجاب ہوتا ہے‘ صحافت نے بھی اس کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس وقت اخبارات کے پورے پورے کالم بلکہ صفحات ان اداکاروں کے لئے وقف ہوتے ہیں جن میں ان کی زندگی اور فن کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ان اخبارات و رسائل میں فلمی ستاروں کی زندگی کو بڑی وارفتگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ آج فلمی ستارے نوجوانوں کے لئے آئیڈیل اور مثالی بنے ہوئے ہیں‘ جس کا اثر براہ راست ذہن و دماغ کے اختلاط اور اس کی دلچسپیوں پر پڑ رہا ہے۔ ہر وقت انہیں کی باتیں اور وہی موضوع اور ان کی اباحت پرستی اور غیر اخلاقی کرداروں کو بڑے ذوق و شوق سے عام کیا جاتا ہے۔

اس وقت دل بستگی کے کلب اور سوسائٹیاں پوری دنیا میں قائم ہیں' جن میں کچھ عیش پسندوں' اہل ثروت اور اعلیٰ افسران کے لئے خاص ہیں اور کچھ عام۔ یہ سرگرمیاں عالم اسلام کے اندر بھی ریاضت و ثقافت اور فنون لطیفہ کے نام سے زوروں پر ہیں' تفریح خاطر کے یہ کلب اور سوسائٹیاں عالی پیمانے پر قائم ہیں' جن میں نوجوانوں اور سادہ لوح نوخیزوں کو ہدف بنایا جاتا ہے اور وہ ان پروگراموں میں پوری دلچسپی لیتے ہیں' جو ان کے ذہن ودماغ پر چھا جاتے ہیں' اس کے ذریعہ ان کے اندر مغربی افکار پرورش پاتے ہیں' جن میں روٹری کلب' لائنس کلب اور ان کے علاوہ دیگر کلب ہیں' جن کی زمام کار صہیونیت اور عیسائیت کے ہاتھوں میں ہے اور ہر ملک میں ان کے نیٹ ورک ہیں' جن میں پروگرام منعقد ہوتے ہیں اور ان میں مختلف افراد کو مدعو کیا جاتا ہے' یہ موقع افکار و خیالات کی اشاعت وترویج کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں' جن سے بہتر موقع شاید ہی انہیں میسر آتا ہو۔

اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ تفریح ایک انسانی ضرورت ہے' لیکن بس ایک محدود دائرے میں اور بقدر ضرورت اور کچھ آداب وشرائط کی رعایت کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تفریح تو محض دل لگی اور دلچسپی کی خاطر ہے نہ کہ مقصد حیات ہے' یہ زندگی کا ایک جزو ہے۔ اصل زندگی نہیں' آج تہذیب نو نے تفریح ومزاح کو حد سے زیادہ اہمیت دے رکھی ہے اور یہ اعلیٰ طبقہ کا ایک فیشن بن گیا ہے۔ ساتھ ہی اب یہ اپنی افادیت اور اہمیت سے بھی عاری ہو گیا ہے۔ آج ان وسائل پر ایسے افراد اور اداروں کا تسلط ہے جو نہ تو اعلیٰ اور مثالی اخلاق وکردار کے حامل ہیں اور نہ ہی وہ محرمات پر کان دھرتے ہیں' سوسائٹی میں بھی ان کی کوئی قدروقیمت نہیں ہے۔

ان وسائل کے نقصانات میں اس وقت مزید وسعت پیدا ہوگئی جب اس کا تعلق میڈیا سے ہو گیا اور گھر گھر سامان تفریح پہنچ گئے اور مہذب اور غیر مہذب' امیر وغریب سب ہی ان وسائل کے استعمال پر قادر ہوگئے' حتی کہ مزدور پیشہ بھی اپنے گھروں میں اس آفت جان کو لے آئے جو ان کے لئے بظاہر کسی "عظیم نعمت" سے کم نہیں' دیکھتے ہی دیکھتے یہ وسائل معاشرہ کی ایک ایسی ضرورت بن گئے کہ ان کے بغیر جینا مشکل سمجھا جانے لگا ہے اور ان کو تہذیب وتمدن کا معیار اور پیمانہ سمجھا جانے لگا ہے' انجام کار یہ وسائل جو ٹی وی' ریڈیو اور ڈش کی صورت میں موجود ہیں' اخلاق وکردار کو بگاڑنے اور انہیں موجودہ تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر کرنے میں اہم رول انجام دینے لگے ہیں' یہ زندگی کے اعلیٰ معیار کو پست کرنے اور اس کے عمل کو بے اثر کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں اور یہ وسائل ملحد تہذیب وثقافت کو معاشرہ میں منتقل کرنے میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گزشتہ زمانہ میں ہمت وجرأت' دیانت اور مروت وصداقت' قربانی اور ایثار' علم کی تلاش وجستجو' اہل ہنر کی قدرو منزلت اور تلاش میں جانفشانی' سیاحت اور جفاکشی' اصول پسندی اور اصولوں کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کی مثالیں اور واقعات بیان کئے جاتے تھے اور بچپن ہی سے ذہنوں کی تشکیل کی جاتی تھی' اس کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ میں ایسی مثالیں اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں جو ان ساری خصوصیات سے عاری ہوتے ہیں بلکہ ان کی زندگی میں اس کے مخالف رجحانات اور اقدامات پائے جاتے ہیں' علم وتربیت سے جس ذہن کی تشکیل ہوتی ہے' تفریح کے وسائل سے اس تشکیل کو بدل دیا جاتا ہے اور اس میں فاسد عناصر داخل کر دیئے جاتے ہیں اس طرح معاشرہ کے صالح عناصر کم اور کمزور ہو جاتے ہیں اور فاسد عناصر طاقتور ہوتے رہتے ہیں۔ فوجی نظام میں اس شعبہ کو تعلیم سے جوڑ دیا ہے' اس لئے تعلیم یافتہ طبقہ ان مفاسد سے زیادہ متاثر ہو جاتا ہے اور حکومتوں کی سرپرستی اس کو حاصل ہوتی ہے اور اس کو وزارت کی ذمہ داریوں میں شامل کر دیا جاتا ہے' اسلامی نظام تعلیم میں اس شعبہ کو اپنے تصور کے مطابق اختیار کرنا چاہئے جس سے اس کے مفید پہلو باقی رہیں اور فاسد عناصر سے سماج محفوظ رہے' اس کے لئے اس کے حدود اور ضرورت اور اخلاق تقاضوں کی رعایت کو ملحوظ رکھنا ہوگا' اسلام کا موقف امالہ اور اصلاح ہے ازالہ کا نہیں اور اعتدال کا ہے افراط وتفریط کا نہیں۔

اسلام نے تجارت کے بارے میں جو اصول بیان کیا ہے وہی اصول تفریح کے وسائل پر بھی منطبق ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" (سورۃ نور:۳۷)

اس شرط کو ثقافتی پروگراموں پر منطبق کرنا چاہئے کہ وہ اسلامی آداب کے دائرہ میں ہوں اور ضرورت کے مطابق ہوں اور ان کے اوقات بھی متعین ہوں جو دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حائل نہ ہوں اور ان میں افادیت کا لحاظ رکھا جائے' یہی اصول فن ثقافت اور اعلام پر منطبق کرنا ہوگا' جس طرح لباس' کھانے پینے اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے لئے اصول مقرر ہیں اور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی پیش نظر ہے:

ترجمہ: "جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے لئے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے' اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔"

☆☆..........☆☆

مرزا قادیانی اور شیطان کا تخت

مرسلہ: مولانا قاضی احسان احمد

مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ نے اپنی کتاب ائمہ تلبیس میں بحوالہ مولانا عبدالرحمن جامیؒ کے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ مولانا دلاوریؒ فرماتے ہیں: شیخ جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں ''ابو محمد خفاف'' کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''ایک مقام پر شیراز کے مشائخ کا اجتماع تھا' اس میں ابو محمد خفاف بھی شریک ہوئے' سخن طریقت کے میدان میں ''مشاہدہ'' کی طرف رہا' ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق فن اور معلومات کی بنیاد پر اپنی بات پیش کی' مگر ابو محمد خفاف خاموش رہے' جصاصؒ نے فرمایا: آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیے! ابو محمد نے جواب دیا: یہی تحقیقات کافی ہیں' مگر جصاصؒ کے اصرار پر ابو محمد خفاف کہنے لگے: یہ تمام تر گفتگو حد علم میں تھی' مگر مشاہدہ کی حقیقت کچھ اور ہی ہے' حاضرین مجلس نے کہا: اس کی وضاحت فرمادیں' ابو محمد کہنے لگے: مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب اٹھ کر معائنہ ہوجائے' یعنی حجاب اور پردہ ختم ہوجائے' اصل چیز دیکھ لی جائے۔ شیرازی مشائخ نے پوچھا: یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ ابو محمد خفاف کہنے لگے: ایک مرتبہ میں تبوک میں فقر و فاقہ اختیار کئے ہوئے مناجات میں مصروف و مشغول تھا' دیکھتے ہی دیکھتے آن ہی آن میں حجاب اٹھ گیا' میں دیکھا کہ عرش پر حق تعالیٰ شانہ جلوہ افروز ہیں' میں دیکھتے ہی سجدہ میں گر گیا' اور عرض کیا: ''یا مولا! ما ھذا مکانی و موضعی منک''... الٰہی! تو نے مجھے اپنی رحمت سے کیسے ہی بلند درجہ پر پہنچایا ہے... یہ بات سن کر سب لوگ گرداب حیرت میں غوطے کھانے لگے۔ جصاصؒ نے حالات دیکھے تو ابو محمد خفاف سے کہا: آیئے چلتے ہیں ایک بزرگ اللہ والے سے ملاقات کرکے آتے ہیں اور انہیں لے کر ابن سعدان محدث کے پاس پہنچ گئے۔''

شیخ ابن سعدان محدث نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور ملاقات فرمائی' جصاصؒ نے محدث وقت سے کہا: حضرت! وہ جو حدیث آپ نے بیان فرمائی تھی' کیسے ہے؟ ذرا سنادیجئے' تو شیخ نے بسند متصل وہ روایت سنائی:

جس میں سید العرب والعجم فخر کائنات خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان للشیطان عرشاً بین السماء والارض اذا اراد العبد فتنة کشف له عنه۔''

ترجمہ: آسمان اور زمین کے درمیان شیطان کا ایک تخت ہے' جب کسی انسان کو فتنہ اور گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے تو وہ تخت دکھا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے۔''

جیسے ہی ابو محمد نے شیخ سے یہ حدیث مبارک سنی تو کہنے لگے: ذرا ایک مرتبہ پھر پڑھئے' شیخ نے حدیث پاک دوبارہ سنائی' دوبارہ سنتے ہی ابو محمد خفاف زار و قطار رونا شروع ہوگئے اور دیوانوں کی طرح وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئے اور کئی روز تک نظر نہ آئے۔ جصاصؒ فرماتے ہیں کہ کئی دن کے بعد جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ آپ اتنے دن تک کہاں تھے' ملاقات نہ ہوئی؟ ابو محمد خفاف فرمانے لگے: اس کشف (مشاہدہ) کے وقت سے لے کر اب تک جتنی نمازیں پڑھی تھیں' ان سب کی قضا کی ہے۔

کیونکہ وہ سب کی سب ابلیس لعین شیطان کی پرستش کی تھی' اور پھر کہا: اب اس بات کی ضرورت ہے کہ جہاں شیطان کو سجدہ کیا تھا' وہاں جاکر اس پر لعنت کروں' پھر وہاں سے چلے گئے اور دوبارہ ملاقات نہ ہوئی۔

یہی حال کچھ دہقان قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی تھا' اس سے بھی شیطان کو شرف ملاقات تھا بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تو شیطان سے بے تکلفی اور انسیت اس درجہ کی ہوگئی تھی کہ دل لگی کی نوبت تک معاملہ پہنچ گیا تھا۔

شیطان نے بھی مرزا قادیانی کو خوب دھوکا دیا اور مرزا قادیانی اس کو حقیقت سمجھ کر راہ ضلالت اختیار کئے رہا۔ چنانچہ اپنی کتاب ضرورۃ الامام میں مرزا غلام قادیانی لکھتا ہے:

''امام الزماں کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا' بلکہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہوجاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے پر جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی' پس میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزماں میں ہوں۔''

(ضرورۃ الامام' خزائن ج:۱۳' ص:۴۹۳)

ختم نبوت کانفرنس، سکھر

رپورٹ: عبداللطیف اشرفی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عظیم الشان تحفظ ختم نبوت ودفاع پاکستان کانفرنس مرکزی جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں مورخہ ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء ہوئی' جس کی صدارت ولی کامل سجادہ نشین درگاہ ہالیجی شریف حضرت مولانا عبدالصمد دامت برکاتہم نے کی۔ مہمانان خصوصی مولانا عبدالغفور حیدری' مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو' صاحبزادہ مولانا عبدالمجیب پیر شریف' شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا' ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری تشریف لائے' جبکہ ان حضرات کے علاوہ مولانا نعیم اللہ کوٹ سبزل والے مولانا میر محمد میرک' مولانا قاری کامران احمد حیدرآباد' بھی شریک ہوئے۔

کانفرنس کی پہلی نشست کا بعد نماز مغرب تلاوت کلام پاک سے آغاز ہوا' تلاوت حافظ عمر تشکیل اور نعت عبدالسمیع نے پیش کی' بعدازاں مبلغ ختم نبوت گمبٹ مولانا تجمل حسین' مولوی محمد معروف شریک دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ اور حافظ عبدالقیوم نے بیانات کئے مقررین نے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالہ سے گفتگو کی۔

نماز عشاء کے وقفہ کے بعد دوسری نشست کا آغاز قاری محمد عاصم کی تلاوت سے ہوا' نعت حاجی امداداللہ پھلپھوٹو نے پڑھی۔

مولانا محمد علی صدیقی (مبلغ میرپور خاص) نے اپنے بیان میں کہا کہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے کی اطلاع گنبد خضرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتی ہے اور آپؐ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

مولانا نعیم اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام علیہم السلام میں سے خلیل' کلیم اور روح اللہ تو بنایا لیکن تاج ختم نبوت صرف آپؐ پر سجایا۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام جن سے انسانیت اور نبوت کا آغاز ہوا' ان کے شانوں کے درمیان لکھا تھا "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" اور آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر موجود تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور میں ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے مقابلہ کیا ۷۰۰ حفاظ شہید ہوئے اور مسیلمہ کو قتل کیا گیا اور اس کے ساتھیوں میں سے جو چھپ گئے تھے انہیں بھی ڈھونڈ کر قتل کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جہاد کیا' یہ اس وقت اللہ کے مقبول بندے تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ مسیلمہ سے کروڑہا درجہ بدتر آدمی مرزا قادیانی ہے جو اپنے آپ کو (اعاذ اللہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کہتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی مدظلہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی روح ہے' جو شخص تمام نبیوں کو مانے اور خاتم النبیین کو نہ مانے وہ انسان ہی نہیں۔ تحفظ ختم نبوت عقیدہ کا مسئلہ ہے' اس لئے ہم اس کو علی الاعلان بیان کرتے ہیں۔ ختم نبوت کے عقیدے پر گولی بھی لگے تو قبول ہے۔ اس کے لئے پھانسی آئے تو قبول ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے ضرورت پڑی تو میں پھانسی کے پھندے کو بھی چوموں گا۔ میرا تعلق جمعیت علماء اسلام سے ہے اور عقیدے کے لحاظ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہوں' ختم نبوت کی جماعت حضرت شیخ الہندؒ کی جماعت ہے۔ اس جماعت میں حضرت مدنیؒ بھی شریک تھے۔

حضرت مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین جو کہیں گے ہم اس پر لبیک کہیں گے' ہر دور میں جھوٹے مدعی نبوت پیدا کئے گئے یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھ ان کی پشت پر رہے۔ اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے منتخب کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلی' مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا' پھر ۱۹۷۴ء میں تحریک چلی' ہمارے اکابر نے اسمبلی سے باہر اور اسمبلی کے اندر تحریک چلائی اور قادیانی سربراہ کو بلا کر اس پر جرح کی گئی اور انہیں پاکستان کی قومی اسمبلی نے کافر اقلیت قرار دیا۔ یہ سب ہمارے اکابر دیوبند کی کاوش ہے' اکابر دیوبند کی وجہ سے پاکستان کا آئین اسلامی ہے' اگر یہ اکابر نہ ہوتے تو اس ملک کا آئین اسلامی نہ ہوتا۔ آج یہ لوگ اس آئین کو بدلنا چاہتے ہیں' ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزائے موت ہونی چاہئے' کیونکہ ہم تمام انبیاء کرام کو ماننے والے ہیں۔ سلمان تاثیر نے قانون کی خلاف ورزی

کی تو اس کو ممتاز قادری نے قتل کر دیا' اس کو کسی نے قتل کرنے کے لئے نہیں کہا تھا' لیکن عشق رسول میں آ کر اس نے خود فیصلہ کیا' تمام مسلمانوں میں ختم نبوت کے حوالہ سے دو رائے نہیں ہیں' یہی نقطۂ اتحاد ہے۔

مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ قرآن مجید کا محفوظ ہونا صدقہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا' تبلیغی جماعت کا ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ تبلیغ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے ہمیں ملا ہے۔ ختم نبوت کا انکار آپ کی نبوت' شریعت اور آپ کی اس امت کا انکار ہے۔ نماز' روزہ' تبلیغ' جہاد وغیرہ تمام فرائض کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے ساتھ ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہے' جس طرح انسان کے تمام اعضاء پر جان مقدم ہوتی ہے' اسی طرح تمام اعمال پر عقیدہ ختم نبوت مقدم ہے۔ مولانا موصوف نے مرزا قادیانی کی مغلظات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس بدبخت نے قرآن' صحابہ' امہات المومنین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے' لہٰذا ختم نبوت کا نعرہ قرآن' صحابہؓ ازواج مطہراتؓ اور اسلام کی حفاظت کا نعرہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم قانون توہین رسالت ختم نہیں ہونے دیں گے۔ ممتاز قادری کی ایک لٹھا نے شیری رحمٰن اور رحمٰن ملک جیسوں کے قبلے درست کر دیئے' اگر ریمنڈ ڈیوس کو چار قتل کرنے کے باوجود حکومت رہا کر سکتی ہے تو ممتاز قادری کو بھی اسی طرح رہا کرے۔ جو شخص کسی قادیانی سے دوستی رکھتا ہے وہ قیامت کے روز محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کرے گا۔

صاحبزادہ مولانا عبدالمجیب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ختم نبوت پر مضبوط ایمانی جذبہ عطا فرمائیں اور اس کا عملی زندگی میں بھی مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے مختلف انداز اور مقام پر گفتگو فرمائی' لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلا کر گفتگو فرمائی' جس سے بلند کوئی مقام نہیں' تمام مسلمانوں کو قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ افسوس ہے کہ مسلمان جانتے ہیں پھر بھی قادیانیوں سے دوستی رکھتے ہیں۔

قاری کامران احمد نے کہا کہ ایک یہودیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی اس کو ایک نابینا صحابیؓ نے قتل کیا۔ تحفظ ختم نبوت اور دفاع پاکستان کے لئے علماء دیوبند نے ہراول دستہ کا کردار ادا کیا ہے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں پہلا پرچم مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے لہرایا۔ اس ملک کے اندر اگر کوئی قانون چلے گا تو وہ اسلامی قانون چلے گا۔

ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے کہا کہ اگر ممتاز قادری کو کچھ ہوا تو ہر گھر سے ممتاز قادری پیدا ہوگا۔ اس ملک میں جو بھی توہین رسالت کرے گا' اس کا انجام وہی ہوگا جو سلمان تاثیر کا ہوا۔ منکرین ختم نبوت کا علاج سیدنا صدیق اکبرؓ نے کیا' ختم نبوت کا پرچم لہرایا ہم بھی یہ پرچم لہرائیں گے' کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ختم نبوت پر ڈاکا ڈالے۔ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ تم دین کے ٹھیکیدار ہو؟ سنو! ہم دین کے چوکیدار ہیں۔

مولانا قاری خلیل احمد بندھانی جن کی زیرنگرانی یہ کانفرنس منعقد ہوئی' انہوں نے قراردادیں پیش کیں اور کانفرنس کے کامیاب کرنے میں انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اسٹیج پر مولانا بشیر احمد' مفتی محمد شفیع' مولانا محمد صالح انڈھڑ' مولانا غلام باجوی' مولانا پروفیسر عطا محمد' مولانا قمرالدین ملانہ اور شہر کے دیگر علماء کرام اور معززین موجود تھے۔ مولانا محمد حسین ناصر (مبلغ سکھر) اپنی ٹیم حافظ امیر معاویہ' حافظ عبدالحئی' محمد مبشر' محمد بلال اور دیگر ساتھیوں سمیت مہمانوں کے انتظامات میں مصروف رہے جبکہ اسٹیج اور جلسہ گاہ کو سیکورٹی کے حوالہ سے جامعہ اشرفیہ سکھر کے طلبا نے احسن انداز سے سنبھالا' جن کی سرپرستی مولانا عبدالمالک مدرس جامعہ اشرفیہ نے کی۔ کانفرنس سے آخری خطاب ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے کیا' اس طرح رات ڈھائی بجے ڈاکٹر صاحب نے بیان کے بعد اختتامی دعا فرمائی۔

کانفرنس میں پیش کی گئیں قراردادیں:

(۱) مختلف چینلز میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام کی ذات مقدسہ اور ان کے اسلامی کردار پر بننے والی فلموں کی نمائش سے دینی حلقوں میں شدید تشویش اور اضطراب پایا جاتا ہے' اس لئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے والی فلموں سے اسلامیان پاکستان میں شدید اشتعال پایا جاتا ہے' ان فلموں سے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور کردار کا اصل روپ مسخ ہو رہا ہے' انبیاء کرامؑ' صحابہ کرامؓ کی علانیہ توہین و تنقیص ہو رہی ہے' لہٰذا ایسی فلموں کی نمائش پر فوری پابندی عائد کی جائے۔

(۲) سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے گستاخانہ بیانات اور حکومت کی مکمل خاموشی کی وجہ سے مسلمانوں کا اشتعال یہاں تک پہنچا کہ مشتعل ہو کر غازی ممتاز قادری نے اسے قتل کر دیا' اگر سلمان تاثیر پر توہین رسالت کا مقدمہ درج ہو جاتا تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ عاشق رسول ممتاز قادری کو باعزت بری کیا جائے اور صدر پاکستان اس کی سزا معاف کرنے کا اعلان کر کے قوم کے جذبات کی ترجمانی کریں۔

(۳) جھوٹا مدعی نبوت یوسف کذاب کا خلیفہ زید حامد مختلف چینلز میں اپنے آپ کو اسلام کا نمائندہ کے طور پر پیش کرتا رہا ہے اور وہ شہید ختم نبوت مولانا

سعید احمد جلال پوریؒ کے قتل کی ایف آئی آر میں نامزد ملزم ہے۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ نامزد ملزم زید حامد کو گرفتار کیا جائے اور اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔

(۴) چناب نگر تھانے میں ایک ناجائز اسلحہ کا مقدمہ درج ہوا' اس میں دو قادیانی ملزم نامزد ہوئے' اسلحہ اور منشیات برآمد ہوئی' چھاپا مارا تو ڈی سی او اسلام آباد کی جعلی مہر اور جعلی لائسنس برآمد ہوئے' آج کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف سخت کارروائی کرے' اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک کی دہشت گردی میں قادیانی ملوث ہیں۔

(۵) قادیانی اسلام اور ملک کے غدار ہیں' سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو نے نہم کلاس کی فزکس میں صفحہ ۱۲ پر قادیانی عبدالسلام کو پاکستانی مسلمان سائنس دان کے طور پر متعارف کرا کر مسلمانان پاکستان کی دل آزاری کی گئی اور آئین پاکستان کے خلاف ورزی کی جس میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا' لہٰذا اس قادیانی کا تذکرہ اس کتاب سے حذف کیا جائے۔

(۶) یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت اندرون سندھ میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں پر نظر رکھے' خصوصاً نواب شاہ میں ایک قادیانی کی طرف سے اسلامی صفحہ کی توہین پر سخت اضطراب پیدا ہوا' اس لئے قادیانیوں کو آئین کا پابند بنایا جائے۔

☆☆.........☆☆

دروسِ ختم نبوت

کوئٹہ (مولانا محمد یونس) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے زیر اہتمام شہر کی مختلف مساجد و مدارس میں دروس ختم نبوت کا اہتمام کیا گیا۔ مہمانان گرامی میں مولانا قاضی احسان احمد' مولانا مفتی راشد مدنی تھے۔ ۲۳/ اکتوبر مفتی راشد مدنی نے دوپہر ۱۲ بجے جامعہ اسلامیہ مطلع العلوم میں علماء وطلبا سے فتنہ قادیانیت کی سنگینی پر بیان کیا۔

بعد نماز مغرب مفتی راشد مدنی نے جامع مسجد فیض میں بیان کیا اور بیان کے بعد ایک قادیانی نوجوان سے مناظرہ ہوا' اس کو خوب اچھی طرح سمجھایا پھر تین دن کے بعد کا وقت رکھا گیا' اس قادیانی نوجوان کو مجلس کا لٹریچر بھی دیا گیا' تین دن بعد جب پھر اس سے ملاقات ہوئی تو اس قادیانی نوجوان نے کہا کہ اب میں نہ قادیانی رہا ہوں اور نہ مسلمان' درمیان میں ہوں۔

قارئین کرام اس نوجوان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اس کو ہدایت نصیب فرمائے اور یہ نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہوجائے اور مرزا غلام احمد قادیانی جہنم مکانی پر حرف لعنت بھیج دے۔

بعد نماز عشاء مولانا قاضی احسان احمد نے جامع مسجد توحید میں بیان کیا۔ انہوں نے نہایت دلسوزی سے حاضرین سے گزارش کی کہ خدارا اپنے فروعی اختلافات بھلا کر ملک کے تحفظ کے لئے متحد ہوجائیں۔ قادیانی دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈوں میں مصروف ہیں اور اس وقت قادیانیت کا تعاقب حقیقتاً پاکستان کا تحفظ کرنا ہے۔

بعد نماز ظہر جمعیت علماء اسلام کے سابق صوبائی وزیر حضرت مولانا حافظ حسین احمد شرودی کے مدرسہ جامعہ رشیدیہ میں ان سے ان کے بیٹے کی تعزیت کی اور مولانا قاضی احسان احمد نے علماء اور طلبا سے عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔

بعد نماز عصر مولانا مفتی محمد راشد مدنی جامع مسجد محمدیہ اور مولانا قاضی احسان احمد نے جامع مسجد طوبیٰ میں بیان کیا۔ انہوں نے اپنے بیانات میں کہا کہ ووٹر لسٹوں میں قادیانیوں کو مسلمان ظاہر کرنا باعث تشویش اور آئین پاکستان سے انحراف کے مترادف ہے۔ حکومت قادیانیوں کی شرانگیزی کا نوٹس لے۔

مفتی راشد مدنی نے جامع مسجد عمر ملتانی محلہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام پر سیر حاصل گفتگو کی۔ جبکہ مولانا قاضی احسان احمد نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالباقی کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم میں علما وطلبا و عوام الناس سے خطاب کیا اور فتنہ قادیانیت کی سنگینی اور ملک دشمنی سے سامعین کو آگاہ کیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے خوب دعاؤں سے نوازا اور ہدیۃً اپنی تصنیف 'تفہیم البخاری' عنایت فرمائی۔ جزاکم اللہ۔

بعد نماز عشاء جامع مسجد عثمانیہ میں مفتی راشد مدنی نے حیات و نزول مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت پر نہایت مدلل خطاب کیا۔

۲۷/ اکتوبر صبح ۸ بجے' کوئٹہ کی عظیم عصری درسگاہ گورنمنٹ اسپیشل ہائی اسکول میں طلبا کو مفتی راشد مدنی نے عقیدۂ ختم نبوت سمجھایا اور کوئٹہ کی عظیم عصری درسگاہ گورنمنٹ سنڈیمن اسکول میں مولانا قاضی احسان احمد نے طلبا کے سامنے قادیانیوں کے گمراہ کن عقائد و نظریات پیش کئے۔

۱۲ بجے دوپہر جامع مسجد بلال میں مفتی راشد مدنی نے طلبا سے بیان کیا اور قاضی احسان احمد نے بعد نماز ظہر مرکزی مدرسہ تجوید القرآن میں طلبا سے بیان کیا۔

بعد نماز عصر مولانا قاضی صاحب نے جامع مسجد ٹی این ٹی کالونی میں خطاب کیا اور لوگوں کو فتنہ قادیانیت کی سنگینی اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت بتائی۔

بعد نماز مغرب مولانا راشد مدنی نے جامع مسجد مدینہ میں جبکہ مولانا قاضی صاحب نے جامع مسجد نورانی میں خطاب کیا۔

نگاہِ شوق جب اٹھتی ہے ربُّ البیت کی جانب

مجھے فرقت میں رہ کر پھر وہ مکہ یاد آتا ہے — وہ زم زم یاد آتا ہے وہ کعبہ یاد آتا ہے

جہاں جا کر میں سر رکھتا جہاں میں ہاتھ پھیلاتا — وہ چوکھٹ یاد آتی ہے وہ پردہ یاد آتا ہے

کبھی وہ دوڑ کر چلنا کبھی رک رک کے رہ جانا — وہ چلنا یاد آتا ہے وہ نقشہ یاد آتا ہے

کبھی وحشت میں آ کر پھر صفا پر جا کر چڑھ جانا کبھی — وہ مسعیٰ یاد آتا ہے وہ مروہ یاد آتا ہے

پھر ان سے ہٹ کر دیکھنا کعبہ کو حسرت سے — وہ حسرت یاد آتی ہے وہ کعبہ یاد آتا ہے

کبھی جانا منیٰ کو اور کبھی میدانِ عرفہ کو — وہ مجمع یاد آتا ہے وہ صحرا یاد آتا ہے

وہ پتھر مارنا شیطان کو تکبیر پڑھ پڑھ کر — وہ غوغا یاد آتا ہے وہ سودا یاد آتا ہے

منیٰ میں لوٹ کر کے پھر وہ دنبہ کو ذبح کرنا — وہ سنت یاد آتی ہے وہ فدیہ یاد آتا ہے

وہ رخصت ہو کے میرا دیکھنا کعبہ کو مڑ مڑ کر — وہ منظر یاد آتا ہے وہ جلوہ یاد آتا ہے

مرا مکہ بھی طیبہ ہے نہیں معلوم کچھ مجھ کو — کہ مکہ یاد آتا ہے کہ طیبہ یاد آتا ہے

نگاہِ شوق جب اٹھتی ہے رب البیت کی جانب
نہ کعبہ یاد آتا ہے نہ مکہ یاد آتا ہے

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ

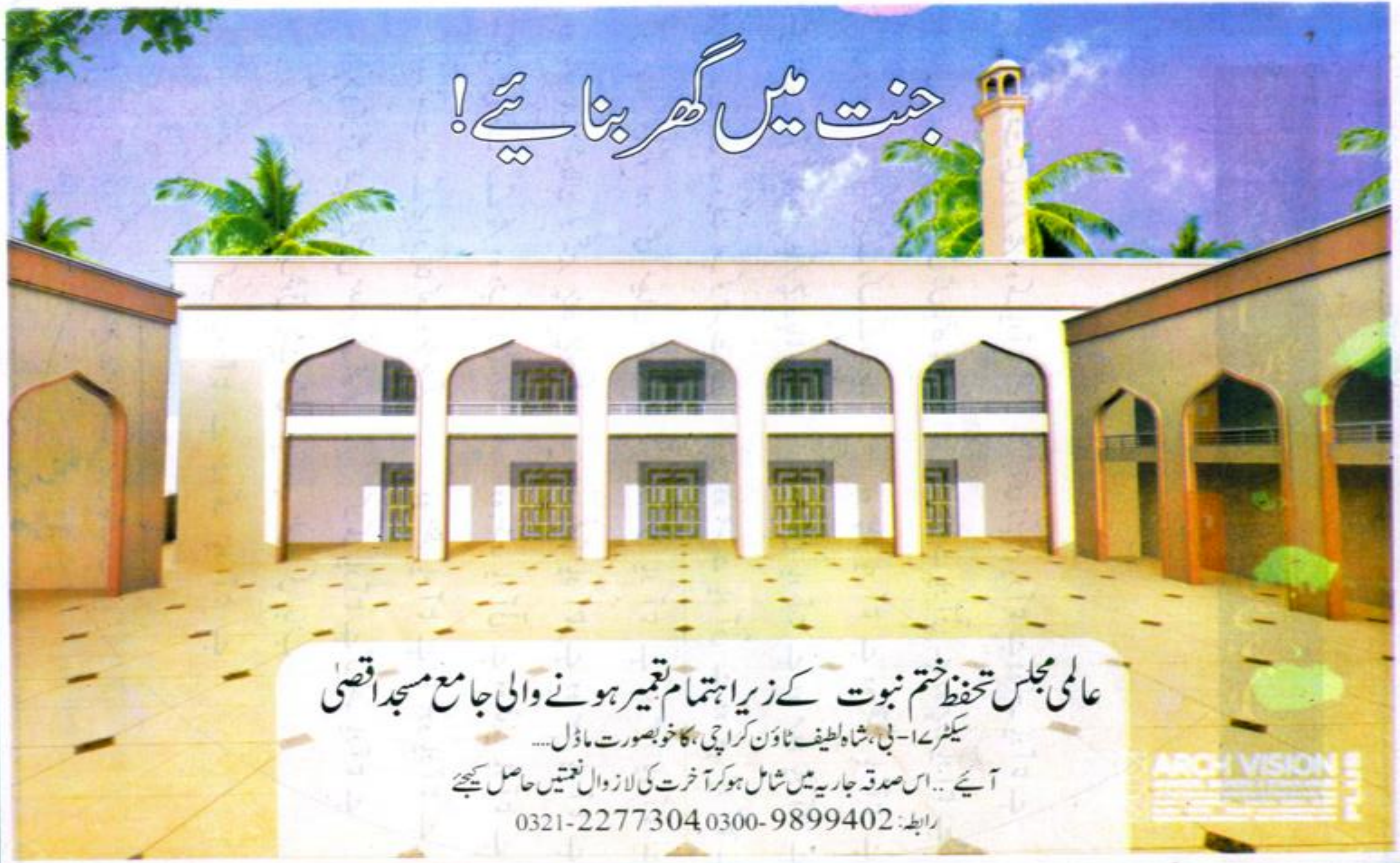
جنت میں گھر بنایئے!
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ
سیکٹر ۱۷-بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا خوبصورت ماڈل....
آیئے .. اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجئے
رابطہ: 0300-9899402 0321-2277304
ARCH VISION